حضرت لوط علیہ السلام

اسلم راہی ایم اے

خان، ہیلن آف ٹرائے، نپولین بونا پارٹ، سکندر اعظم، ہٹلر وغیرہ جیسی شخصیات کو بھی شامل کیا ہے۔ ہمارے اس تاریخی سلسلے کی فہرست کافی طویل ہے۔

ہمارے ادارے نے وطن عزیز کے طالب علموں کو تاریخ کی طرف لانے کی جو کوشش کی ہے اس میں ہمیں آپ کے تعاون کی سخت ضرورت ہے اور ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس تاریخی سلسلے کو اسکولوں اور کالجوں کی سطح پر سلیبس کے طور پر شامل کرے۔

اسلم راہی صاحب کے خیالات سے آپ اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر انکار نہیں۔ اختلاف کرنا ہر آدمی کا حق ہے اور ضروری نہیں کہ ہمارا ادارہ بھی مصنف کے تمام خیالات سے متفق ہو۔

مگر مصنف نے جس طرح تاریخ کو کھنگال کر مختصر صفحات میں پیش کیا ہے۔ اس کے لئے یہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ہم تاریخ سے منہ نہیں موڑ سکتے ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ خدا کرے کہ ہم میں پھر صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، حیدر علی، ٹیپو سلطان اور نور الدین زنگی جیسی شخصیات جنم لیں۔ جو قومیں تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں، جو قومیں تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں، جو قومیں تاریخ کو گزرا ہوا کل کہہ کر رد کر دیتی ہیں۔ وہ قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ آیئے ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خالد علی

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ تھے ان کے والد کا نام حاران تھا۔ حضرت لوطؑ کا بچپن حضرت ابراہیم کے زیر سایہ گزرا اور ان کی نشو ونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آغوش تربیت کی رہین منت تھی۔ حضرت سارہ جو حضرت ابراہیم کی بیوی تھیں۔ وہ حضرت لوط ہی کی بہن تھیں، کیوں کہ یہ دونوں بہن بھائی حضرت ابراہیم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے اس لئے ملت ابراہیمی کے پہلے مسلم اور اصحاب سابقون الاولین میں داخل ہوئے، حضرت لوط حضرت ابراہیم ہی کی طرح عراق کے شہر ار میں پیدا ہوئے۔ ار شہر سے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ عراق کے موجودہ شہر کیر کی جگہ تھا۔ حضرت لوط یہیں کے رہنے والے تھے۔ ار کے معنی شہر کے ہیں لفظ یور بھی ار یعنی شہر ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اسی لئے بیت المقدس کو یروشلم بھی کہا جاتا ہے اس میں لفظ یرو شہر کے لئے استعمال ہوتا تھا اور پورے لفظ کا مطلب امن کا شہر تھا دیگر متعدد شہروں میں بھی اور یا ار یا یور بطور لاحقہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لاہور، پشاور وغیرہ۔

حضرت لوط کا تعلق بھی سامیوں یعنی عربوں کے عبرانی گروہ سے

تھا۔عبرانی اموریوں کنعانیوں اور آرامیوں کے بعد چوتھا سامی گروہ تھا جو صحرائے عرب سے نکلا جس نے شام میں بود و باش اختیار کی۔ اموریوں کے عہد میں معاملات شام کا مرکز انجذاف شمال میں ملک کا وہ حصہ تھا جسے عام طور پر شام کا زمین نما حصہ کہتے تھے کنعانیوں کے دور میں مرکزی ساحلی علاقے کی طرف منتقل ہو گیا آرامیوں کے زمانہ اقتدار میں یہ مراکز اندرون ملک میں تھا عبرانی شام میں پہنچے تو جنوب میں فلسطین کو نمایاں اور مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

جس زمانے میں عبرانی دشت عرب سے نکل کر شمال کی طرف گئے، اس زمانے میں شام کے جنوبی حصے کو کنعان کہتے تھے یہیں سے عبرانی داخل ہوئے ان کی ہجرت کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اگرچہ ان کے درمیان واضح حد فاصل موجود نہیں پہلی ہجرت دوآبہ دجلہ فرات سے ہوئی اور یہ اٹھارہویں صدی قبل مسیح کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔دوسری ہجرت چودہویں صدی میں آرامیوں کے ساتھ ہوئی اسے مورخین تل العمارنہ کا عہد کہتے ہیں۔تیسری ہجرت وہ ہے جو مصر سے نیز جنوب مشرق سے حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع کے زیر قیادت تیرہویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں ہوئی۔

جب ان عبرانیوں کے بزرگ دوآبہ سے پیش رو بن کر آئے تھے تو اس وقت ساحلی علاقے میں کنعانیوں کو بڑی اکثریت حاصل تھی۔سطح مرتفع پر اموری آباد تھے لیکن یہ آبادی راحت پسند اور تن آسان تھی اور

زیادہ گھنی نہ تھی لہذا عبرانی نو واردوں کو آبادکاری کا اچھا موقع مل گیا۔ چھوٹے گروہوں نے ان مقامات پر قبضہ جما رکھا تھا جو دور افتادہ تھے اور ہر ایک کے وہاں پہنچنے کا امکان نہیں تھا۔چنانچہ عبرانی نو واردوں نے ان سب سے شادی بیاہ کے تعلقات پیدا کر لئے اس طرح عبرانی وجود میں آئے جن کی اصل اور نسل میں سامیوں، حوریوں، حتیوں اور حتیٰ کہ دوسرے غیر سامی عناصر کا خون بھی شامل ہو گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ باہر سے جو خانہ بدوش یا نیم خانہ بدوش آتے تھے شام پہنچتے ہی تن آسان بن جاتے تھے اور اپنی قوت کا اصل چشمہ یعنی نقل و حرکت چھوڑ بیٹھتے تھے۔عبرانیوں کے تعلق میں شام کی یہ خصوصیت خاص طور پر نمایاں ہوئی جو لوگ آگے چل کر عبرانی کہلائے وہ صحرا نوردی اور طالع آزمائی کرتے ہوئے آئے تھے یا انہوں نے تنخواہ دار لشکریوں کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور کسی خاص جماعت یا گروہ سے ان کا ربط اور تعلق نہ تھا آہستہ آہستہ وہ اپنے پیشتر کے آبادکاروں کے درمیان مقیم ہو گئے جو ان سے زیادہ مہذب تھے وہاں انہوں نے کھیتی باڑی کرنے، مکان بنانے کا ڈھنگ سیکھ لیا اور ان تمام فنون میں مشغول ہو گئے جنہیں عام طور پر فنون حالت امن کہا جاتا ہے۔

بلکہ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عبرانیوں نے اپنی سامی بولی چھوڑ کر کنعانی زبان اختیار کر لی فونیقی زبان اور پرانی عبرانی زبان جس میں عہد نامہ قدیم لکھا گیا تھا صرف بول چال میں الگ الگ

رہی، بہر حال قدیم عبرانی لوگ بحیثیت مجموعی کنعانیوں کی مادی حضارت کے بنیادی پہلوؤں کے وارث بن گئے اور انہوں نے کنعانیوں کی بہت سی مذہبی عبادتوں اور دینی رسموں کو کسی نہ کسی شکل میں جاری رکھا۔

شام میں ان عبرانیوں کے قیام کے ابتدائی دور پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے متعلق جو بھی دستاویزات ملتی ہیں ان کا اسلوب تحریر افسانوی اور روایاتی ہے۔ عبرانی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام یا وہ قبیلہ جس سے ان کا تعلق تھا وہ آبہ دجلہ اور فرات کے شہر ار میں آباد ہوئے پھر آرام کے راستے فلسطین پہنچ کر عارضی طور پر جران میں مقیم ہو گئے ان کے جانشین حضرت اسحاق تھے۔ حضرت اسحاق کے بیٹے کا نام یعقوب تھا حضرت یعقوب کئی سال تک فدان آرام میں رہے پھر وہ اپنے بڑے بھائی عیسو کے مقابلے میں زیادہ فضیلت قرار پائے اور انہوں نے اپنا نام بدل کر اسرائیل رکھ لیا، عیسو کا دوسرا نام ارم یعنی سرخ تھا اس کے اخلاف نے انجام کا کوہ سعیر کے مقامی باشندوں سے زمینیں چھین لیں اور خود رومیوں کے لقب سے مشہور ہوئے یوں عیسو عبرانیوں کی زندگی فکر کے دائرے سے باہر نکل گیا جس طرح حضرت اسماعیل کو حضرت اسحاق کے مقابلے میں الگ کر دیا گیا تھا وہ ایک معزز مصری خاتون کے بطن سے تھے۔

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے ہوئے جن سے گیارہویں حضرت یوسف تھے ایک گروہ کے ہاتھ فروخت ہوئے جو مصر جا رہا تھا جہاں انہوں

نے سلطنت مصر میں بہت اونچا درجہ حاصل کیا۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں نے کئی پشتیں مصر میں گزاریں پھر وہ حضرت موسیٰ کی قیادت میں ارض کی طرف لوٹے۔

یہ ابتدائی عبرانی سرگزشت کا سرسری خاکہ ہے جو اصل واقع کے سینکڑوں سال بعد مرتب ہوا اور یہ افواہوں یا زبانی روایتوں کے طویل سلسلے پر مبنی تھا۔

مورخین نے عبرانیوں کے جد اعلیٰ کی کہانی بیان کر دینے پر قناعت نہ کی بلکہ وہ اسے پھیلاتے پھیلاتے انسانیت کی کہانی تیار کرنے میں لگ گئے اور انہوں نے تخلیق کے آغاز سے اصل خاکے کی ابتداء کی اس سلسلے میں انہوں نے بابلی روایات بھی لے لیں اس حقیقت کا احساس گزشتہ صدی کے وسط تک نہیں کیا گیا تھا ہاں جب سحاری کتبوں کی کلید مل گئی اور تخلیق عالم و نیز طوفان وغیرہ کے متعلق دیسی کہانیاں سامنے آ گئیں جیسی بائبل کی پیدائش میں درج تھیں تو اس وقت احساس ہوا کہ بلاشبہ عبرانی مورخوں نے ان کہانیوں کو عمدہ شکل دے دی اور ان سے اخلاقی نتائج پیدا کئے پھر انہیں ایسے حسین اور جمیل اسلوب میں پیش کیا کہ عالم انسانیت کی ادبی میراث کا ایک حصہ بن گئی اس حیثیت میں تمام سرزمینوں اور زبانوں کے خاتوں کے لئے دلچسپی اور ہدایت کا سرچشمہ بنی رہی۔ سرداران قبیلہ کا عہد شروع ہونے سے پیشتر جو تاریخ عبرانی وقائع نگاروں نے مرتب کی ہے صاف ظاہر ہے وہ تاریخ نہیں، خود سرداران قبائل کے وقائع میں سے

چھان پھٹک کر تاریخی حقائق نکال لینا سہل نہیں لہذا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی کہانی عبرانیوں کی ابتدائی ہجرت کا آئینہ ہے۔ چنانچہ اس تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے عبرانیوں کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک حصہ یا پہلا حصہ وہ ہے جب ان عبرانیوں نے اپنے قدیم آباؤ اجداد کے تحت دشت عرب سے نکل کر سرزمینوں کی طرف ہجرت کی یہ دور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط تک آ کر ختم ہو جاتا ہے اور انہی سے دوسرا دور فلسطین سے شروع ہوتا ہے اور مصر تک اور پھر واپس مصر سے فلسطین تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت لوط اور ان کی بہن حضرت سارہ جو حضرت ابراہیم کی بیوی تھیں ان کو یہ اعزاز اور مقام بھی حاصل ہے کہ حضرت ابراہیم کی ہجرتوں میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں۔ ار شہر میں جو مصیبتیں حضرت ابراہیم پر بیتیں ان میں یہ دونوں بہن بھائی بھی حضرت ابراہیم کے ساتھ شامل حال رہے اور شہر میں کیونکہ بت پرستی اپنے عروج پر بھی حضرت ابراہیم نے جب ان بتوں کے خلاف آواز اٹھائی اور آپ کو اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا تب حضرت لوط نے مکمل طور پر آپ کا ساتھ دیا اور جب حضرت ابراہیم ار شہر سے نکل کر جران شہر کی طرف گئے تب بھی حضرت لوط ان کے ساتھ تھے جران شہر سے جب آپ فلسطین میں داخل ہوئے تب حضرت لوط ان کے ہمراہ تھے اور پھر حضرت لوط حضرت ابراہیم کے ساتھ مصر کی سرزمین میں داخل ہوئے۔

توریت میں ہے کہ مصر میں قیام کے دوران کیونکہ دونوں کے پاس کافی ساز و سامان تھا مویشیوں کے بڑے بڑے ریوڑ تھے اس لئے ان کے چرواہوں اور محافظوں کے درمیان بہت زیادہ کشمکش رہنے لگی تھی۔ حضرت ابراہیم کے چرواہے چاہتے تھے کہ اس چراہ گاہ اور سبزہ زار سے پہلے ہمارے ریوڑ فائدہ اٹھائیں۔ حضرت لوط کے چرواہوں کی خواہش ہوتی تھی کہ اول ہی ہمارا حق سمجھا جائے حضرت ابراہیم نے اس صورت حال کا اندازہ کر کے حضرت لوط سے مشورہ کیا اور دونوں کی صلاح سے یہ طے پایا کہ باہمی تعلقات کی خوشگواری دائمی محبت اور الفت کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ حضرت لوط مصر سے ہجرت کر کے مشرقی اردن کے علاقہ سدوم اور عمورہ چلے جائیں اور وہاں رہ کر دین حنیف کی تبلیغ کرتے رہیں۔ حضرت ابراہیم کی رسالت کا پیغام حق سناتے رہیں اور حضرت ابراہیم پھر فلسطین چلے جائیں اور وہاں رہ کر اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا علم بلند کریں۔

چنانچہ یہ فیصلہ ہونے کے بعد دونوں حضرات مصر سے نکلے۔ فلسطین میں داخل ہوئے حضرت لوط حضرت ابراہیم سے علیحدہ ہوئے اور مشرقی اردن کی طرف روانہ ہوئے۔

جس وقت حضرت ابراہیم اور حضرت لوط دونوں فلسطین سے نکل کر مصر کی طرف گئے تھے تو اس وقت ان کے پاس اتنے بڑے بڑے ریوڑ نہیں تھے لیکن جب دونوں مصر میں داخل ہوئے تو مصر کے بادشاہ نے

انہیں خوب نوازا۔ اس کے نواز نے کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں مصر کا بادشاہ ایک طرح سے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کا ہم نسل تھا اور اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت لوط کے دور میں مصر پر جو خاندان حکمرانی کرتا تھا یہ سامی یعنی عربوں کا ایک گروہ تھا جسے تاریخ کے اوراق میں ہکسوس اور عمالقہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہی ہکسوس صحرائے عرب سے نکل کر پہلے شام میں آباد ہوئے تھے پھر مصر کے مالک بن گئے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ہکسوس نام اصلاً مصری ہے یعنی ہکسو شوسیس جس کے معنی ہیں اجنبی سرزمینوں کے حکمران، مصر کے مشہور مورخ مانیقو نے سب سے پہلے یہ نام استعمال کیا وہ اس کے معنی چرواہے بادشاہ بتاتا ہے پہلے یہ لقب بادشاہوں نے اختیار کیا تھا پھر یہ پوری قوم کے لئے استعمال ہونے لگا۔

شام میں آباد ہونے کے بعد ہکسوس عربوں کا یہی گروہ فتح پر فتح حاصل کرتا ہوا مصر پہنچ گیا اس کے بعد عربوں کے اس گروہ میں دیگر عرب قبائل بھی شامل ہو گئے جن میں کنعنی اور حوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہکسوس وہ پہلی قوم تھی جس نے گھوڑے استعمال کئے جو اس وقت بڑی قیمتی متاع سمجھے جاتے تھے اور ان کی دیکھا دیکھی، ارض شام کی کاسی قوم نے بھی گھوڑوں کو استعمال کرنا شروع کیا انہی کی وجہ سے گھوڑے پہلے شام پھر مصر پہنچے ان کے علاوہ ہکسوس نے جنگی رتھوں کو بھی دونوں ملکوں میں رواج دیا گھوڑے پر سواری نہیں کی جاتی تھی بلکہ گھوڑے ان دنوں

جنگی رتھوں میں جوتے جاتے تھے۔

شروع شروع میں عام لوگ گھوڑوں کی شکل ہی دیکھ کر ڈر جاتے تھے اس لئے کہ انہوں نے یہ جانور پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ہکسوس گھوڑے کے دفن کا خاص اہتمام کرتے تھے یعنی اس کے لئے ایک قبر بناتے تھے اور دفن کرتے تھے تو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ بعض اوقات اس کو قربانی کے لئے پیش کیا جاتا تھا اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا تھا۔

ہکسوس نے جن نئے ہتھیاروں کو رواج دیا وہ ایک خم دار، فولادی تلوار اور ایک مرکب کمان تھی یہ چیزیں پہلے پہل دوآبہ دجلہ فرات میں عربوں کے اکاوی خاندان حکومت کے ماتحت چوبیسویں قبل مسیح میں نمودار ہوئی تھیں، ہتھیاروں میں ان کی برتری برنج کے استعمال پر موقوف تھی جس کی تجارت کی ایک گزرگاہ شمالی شام میں سے تھی۔

ہکسوس کے ماتحت معدنیات سے استفادہ شام و مصر میں نئی بلندیوں پر پہنچ گیا تھا جواہرات، آرائشات ہاتھی دانت کے کام اور کندہ کاری اور مینا کاری کے فن میں نمایاں ترقی ہوئی، ہڈیوں پر کندہ کاری کا سلسلہ شام کے اندر سنگی دور ہی میں نمودار ہو چکا تھا ہکسوس کے دور میں مینا کاری شروع ہوئی۔ ابتداء میں مینا کاری کے نمونے بہت سادہ تھے۔ مثلاً سیدھے خط یا چھوٹے چھوٹے حلقے بنائے جاتے تھے لیکن لکڑی کی صندوقچیوں یا فرنیچر کی دوسری چیزوں میں ہڈی یا ہاتھی دانت سے بیل بوٹے بنانا دمشق میں اب تک فروغ پر ہے۔ ہکسوس نے مٹی کے ظروف

کے نئے نمونے پیش کئے اور ہکسوس کا دور ختم ہونے سے پیشتر فلسطین کے اندر ظروف سازی انتہائی کمال پر پہنچ چکی تھی۔

ہکسوس نے شہروں کے استحکام اور حفاظت کے لئے ایک نیا طریقہ استعمال کیا۔ ہکسوس نے جو استحکامات کا نیا نمونہ رائج کیا وہ کچھ اس طرح تھا کہ وہ عام طور پر ایک مستطیل حلقہ بنا لیتے جو تقریباً آدھ میل لمبا ہوتا ساتھ ساتھ بڑے بڑے بھاری بلند اور ڈھلوان دمدمے تیار کر لیتے تھے اس غرض سے بڑی عمدہ مٹی تیار کی جاتی تھی۔ مزید حفاظت کے لئے ارد گرد ایک خندق کھودی جاتی تھی۔

شام میں ہکسوس کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ کتنا میں ملتا ہے جو غالباً ہکسوس کا مرکز حکومت بھی تھا۔ قادس میں بھی کچھ نشانات پائے جاتے ہیں کرکمیش شہر میں استحکامات کی جگہ مٹی کے انبار تو ملتے ہیں لیکن استحکامات کا نقشہ مستطیل نہیں۔

فلسطین میں حازور اور قلعہ سکیم کے نقشے مستطیل ہیں۔ لاکیش اور کچھ دوسرے شہر ہکسوس ہی نے آباد کئے تھے اریحا شہر میں ہکسوس کا ایک مستحکم مقام رہا تھا اس زمانے میں بیت المقدس انتظامی لحاظ سے ہکسوس کے ماتحت تھا۔

انہیں ہکسوس نے شام اور مصر میں مقامی آبادی پر جاگیردارانہ نظام مسلط کر دیا تھا ان کی ساری ترتیب ایک طرح سے جاگیردارانہ حکومت کی تھی دولت زیادہ تر امراء کے ہاتھ میں تھی جنگی رتھوں میں بیٹھ کر لڑائیاں

کرتے تھے پوری تنظیم کی وضع عسکریت کی تھی شام میں ان کی تہذیب اٹھارہویں، سترہویں صدی قبل مسیح میں بروئے کار رہی۔

شام سے ہکسوس آہستہ آہستہ مصر میں داخل ہونے لگے جہاں ان کے ابتدائی نشانات انیسویں صدی قبل مسیح میں پائے جاتے ہیں مصر پر اس وقت بارہویں شاہی خاندان کی حکومت تھی لیکن وہ 1730 قبل مسیح تک اقتدار حاصل نہ کر سکے مشہور مورخ مانیتوان کے برسر اقتدار آنے پر اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

خدائی غضب کے جھکڑ نے ہمیں آلیا مشرق کی طرف سے ایک کم اصل گروہ آ گیا جس کی آمد سے متعلق بالکل خیال نہ تھا وہ ہمارے وطن پر حملہ آور ہوا اور زور قوت کے بل پر با آسانی مسلط ہو گیا لڑائی تک نہ ہوئی اس گروہ نے ہمارے حکمرانوں پر قابو پا لیا ہمارے شہروں کو وحشیانہ انداز میں جلایا، ہمارے دیوتاؤں کے مندروں کو ڈھا دیا اور پوری ملکی آبادی کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا سلوک کیا۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہکسوس کا داخلہ مصر میں ایسی برائی نہ تھا جس کا کوئی اچھا پہلو نہ ہو مثلاً ان ہی کی وجہ سے مصر میں گھوڑا اور دوسری چیزیں پہنچیں جو مصریوں کی پرانی یادگاروں میں جابجا نظر آتی ہیں، سائنس کے متعلق جو پہلی کتاب ہمیں ملی وہ سترہویں صدی قبل مسیح کے مصر کی ہے اور اس زمانے میں ہکسوس وہاں حکمران تھے مصر کے علم ریاضی کے متعلق ہمارے علم میں نمایاں ترین اضافہ جس کتاب سے ہوا وہ ہکسوس

کے ماتحت 1580 قبل مسیح میں مرتب ہوئی تھی ہکسوس نے اپنے دیوتا بعل کی مصریوں کے دیوتا سیت سے ملا دیا اس طرح بعل کی عبادت بعد کے مصری فرعونوں کے مذہب کا جزو بن گئی تھی۔

خصوصاً رعمسیس کے خاندان کے بادشاہوں کی جن کی اصل ہکسوس کی طرف راجع ہوتی ہے انہوں نے بعل کے علاوہ اس کی بہن اور اس کی بیوی عنات کی پوجا بھی جاری کرائی اور ہکسوس کی دیوی عشارت اپنی دیوی کو ایزیس سے ملا دیا ہکسوس ہی کے دور میں اسرائیلی مصر پہنچے اور اسی دور میں حضرت یوسف مصر میں برسر اقتدار آئے۔

ہکسوس کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت افاویس تھا جو ڈیلٹا میں واقع تھا وہاں سے ان کی حکومت کا دائرہ وسطی مصر تک پہنچ گیا۔ وہاں پندرہویں شاہی خاندان سے پیشتر جو ہکسوس حکمران ہوئے ان کے نام واضح طور پر کنعانی یا اموری تھے۔ مثلاً عنات ہار، یعقوب ہار (ہار پہاڑ کا دیوتا سمجھا جاتا تھا) یعقوب نام یقینی طور پر تورات کا یعقوب تھا۔ پندرہویں اور سولہویں شاہی خاندان حکومت کے بادشاہ ہکسوس تھے۔ پندرہویں خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ خیان تھا جو کم از کم عارضی طور پر شام اور مصر کو ملانے میں کامیاب ہو گیا تھا اس طرح ایک وسیع سلطنت وجود میں آ گئی تھی اس کی یادگاریں بابل سے کریٹ تک بکھری ہوئی تھیں۔ بابل میں ایک کتبہ ملا ہے جس پر اس کے نام کندہ ہیں۔ کریٹ میں بھی ایک سل پر اس کا نام درج ہے اس خاندان کے ایک اور بادشاہ ابو

فیس اول کی یادگاریں بھی بے شمار ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہکسوس نے مصری زبان اپنالی تھی اور انہوں نے اپنے نام مصری رکھنے شروع کر دیئے تھے۔

آخر مصریوں نے انہیں ہکسوس کے خلاف بغاوت کی خصوصیت کے ساتھ ان کے تھیبز شہر کے ایک شہزادے احموس نے آزادی کے لئے جنگ شروع کی، وہی اٹھارہویں حکمران خاندان کا بانی ہے متعدد اول لڑائیوں کے بعد افاریس کی جنگ میں احموس نے فیصلہ کن فتح حاصل کی اور اجنبی ہکسوس کو شکست دے کر ان کا تعاقب کر کے انہیں مصر سے باہر نکال دیا چنانچہ ہکسوس کی مسلح افواج شام واپس آ گئی اور وہاں انہوں نے سامی حکمرانوں کا ایک وفاق بنا کر خود ان کی سرداری سنبھال لی۔ احموس نے ان کے تعاقب میں کوئی دقیقہ اور سعی اٹھا نہ رکھی۔ ہکسوس نے پہلی مرتبہ اپنے جنوبی حصار کی حفاظت کے لئے مصریوں کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ محاصرہ تین سال تک جاری رہا۔ احموس اور اس کے جانشینوں نے شام میں مہموں کا سلسلہ شروع کر دیا اس طرح مصر کی خارجہ پالیسی ایک نئی راہ پر چل پڑی اور یہ سلسلہ بڑے عرصے تک جاری رہا۔

بہر حال جس وقت حضرت ابراہیم اور حضرت لوط جس وقت مصر میں داخل ہوئے اس وقت مصر میں انہی ہکسوس عربوں کی حکومت تھی کیونکہ ہکسوس بذات خود سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے جبکہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط بھی سامی نسل سے ہی تعلق رکھتے تھے لہٰذا جب ہکسوس کے

بادشاہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی آمد اور ان کے حسب نسب کی اطلاع ہوئی تو اس نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کو بڑا نوازا جس کے نتیجے میں دونوں کے ریوڑ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے کیونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے چرواہے اب آپس میں اچھی چراہ گاہوں پر قبضہ کرنے کے لئے لڑنے جھگڑنے بھی لگے تھے۔ چنانچہ صلاح مشورہ کرنے کے بعد حضرت ابراہیم نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خود تو اپنے ریوڑوں کے ساتھ ارض فلسطین کا رخ کریں گے جبکہ حضرت لوط کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ وہ اپنے خدام اور اپنے ریوڑ کو لے کر وادی اردن کا رخ کریں گے۔ چنانچہ مصر سے نکل کر حضرت ابراہیم تو فلسطین میں آباد ہو گئے جبکہ حضرت لوط نے وادی اردن کے بھٹکے ہوئے بت پرست لوگوں کی ہدایت اور ان کی راہنمائی کے لئے وادی اردن کا رخ کیا تھا ہکسوس کے بادشاہ نے روانگی کے وقت دونوں حضرات کو شاندار انداز میں الوداع کہا۔ حضرت ابراہیم تو فلسطین میں آباد ہوئے اور جب حضرت لوط وادی اردن کی طرف گئے تو وہاں بھی ہمسائے کے طور پر انہیں ہکسوس ہی ملے کیونکہ تاریخ کے اوراق میں ہکسوس کا دوسرا نام عمالیق ہے لہٰذا یہی ہکسوس یا عمالیق ان دنوں یثرت پر بھی حکومت کرتے تھے ان عمالیق نے لگ بھگ 3200 سے 1600 قبل مسیح تک مصر پر حکمرانی کی۔

یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام تھا یہ شہر یثرب بن قانیہ بن مہلہل بن

ارم بن عبیل بن اوس نے آباد کیا تھا اور عبیل عاد کا بھائی تھا۔ کچھ مورخین مدینہ یعنی یثرب آباد کرنے والے شخص کا نام یثرت بیان کر کے اس کا نسب کچھ اس طرح بھی بیان کرتے ہیں۔

یعنی یثرب بن قاید بن عبیل بن مہلائیل بن اوس بن عملیق بن لاذر بن ارم۔

ان میں لاذر کے ایک بیٹے کا نام عملیق تھا اور اسی عملیق کی اولاد تاریخ کے اوراق میں عمالقہ کہلائی جس وقت بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ارض فلسطین کی طرف آئے تھے اس وقت یثرب پر انہیں عمالقہ عربوں کی حکومت تھی یہی عمالقہ ہکسوس بھی کہلاتے تھے اس طرح گویا حضرت لوط جب مصر سے نکل کر وادی اردن میں آ کر آباد ہوئے تو یہی عمالقہ یعنی ہکسوس ایک بار پھر ان کے ہمسائے ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت لوط کو نبوت سے سرفراز کر کے قوم لوط کی طرف جانے کا حکم دیا تو حضرت لوط جب اس قوم کے مرکزی شہر صدوم میں آ کر ٹھہرے تو دیکھا کہ وہاں کے باشندے بدکاریوں میں اس قدر مبتلا تھے کہ الامان والحفیظ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں موجود نہ ہو اور کوئی خوبی ایسی نہ تھی جو ان میں پائی جاتی ہو دنیا کی سرکش، بداخلاق اور بداطوار قوم کے دوسرے عیوب و بدکاریوں کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل ہم جنس پرستی میں مبتلا تھی۔ محققین اس قوم کے بے شمار جرائم اور ان کی اخلاقی پستیوں کا ذکر کرتے ہیں مگر ان کے سب سے بڑے جرم کی وجہ سے جو خدا نے ان پر عذاب طاری کیا تو انہیں نیست و نابود کر دیا۔

حضرت لوط جب اس قوم میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ قوم ہم جنس پرستی جیسے قابل نفرت فعل میں مبتلا تھی جس کی بدولت اس قوم نے شہرت دوام حاصل کر رکھی تھی اور اس کے ارتکاب سے بدکار انسان کبھی باز نہیں آئے لیکن یہ فخر صرف یونان کو حاصل ہے کہ اس کے فلاسفہ نے

اس گھناؤنے جرم کو اخلاقی خوبی کے مرتبے تک اٹھانے کی کوشش کی اور اس کے بعد جو کسر باقی رہ گئی تھی اسے جدید مغربی تہذیب نے پورا کیا کہ اعلانیہ اس فعل بد کے حق میں زبردست پراپیگنڈہ کیا گیا یہاں تک کہ بعض ملکوں کے مجالس قانون ساز نے اسے باقاعدہ جائز ٹھہرا دیا حالاں کہ یہ بالکل ایک صریح حقیقت ہے کہ ہم جنس پرستی قطعی طور پر وضع فطرت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام ذی حیات میں نر مادہ کا فرق محض اعضاء کے لئے نہیں رکھا ہے اور نوع انسانی کے اندر مزید غرض یہ بھی ہے کہ دونوں صنفوں کے افراد مل کر ایک خاندان وجود میں لائیں اور اس سے تمدن کی بنیاد پڑے اسی مقصد کے لئے مرد اور عورت کی دو الگ صنفیں بنائی گئی ہیں۔

ان میں سے ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پیدا کی گئی ہے ان کی جسمانی ساخت اور نفسیاتی ترکیبیں ایک دوسرے کے جواب میں مقاصد زوجیت کے لئے عین مناسب بنائی گئی ہیں۔

مگر جو شخص فطرت کی اس اسکیم کے خلاف عمل کر کے اپنے ہم جنس سے ملوث ہوتا ہے وہ ایک ہی وقت میں متعدد جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔

اوّل وہ اپنے معمول کی طبعی ساخت اور نفسیاتی ترکیب سے جنگ کرتا ہے اور اس میں خلل عظیم برپا کرتا ہے جس سے دونوں کے جسم نفرت اور اخلاق پر نہایت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مورخین نے اس قوم سے متعلق جس کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا مزید لکھتے ہیں کہ یہ لوگ صرف بے حیا اور بد کردار اور بد اخلاق ہی نہ تھے بلکہ اخلاقی پستی میں اس حد تک گر گئے تھے کہ انہیں اپنے درمیان نیک لوگوں کو رکھنا بھی گوارا نہ تھا وہ بدی میں یہاں تک غرق ہو چکے تھے کہ اچھے اور پاکیزہ لوگوں کو اپنے اندر رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اسی بناء پر جس قوم کی اجتماعی زندگی میں پاکیزگی کا ذرا سا بھی عنصر نہ رہے پھر اسے زمین پر زندہ رکھنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی اس لئے کہ سڑے ہوئے پھلوں کے ٹوکرے میں جب تک چند اچھے پھل موجود رہتے ہیں اس وقت تک تو ٹوکرے کو رکھا جا سکتا ہے مگر وہ پھل بھی اس میں سے نکل جائیں تو پھر اس ٹوکرے کا کوئی مصرف اس کے سوا نہیں رہتا کہ اسے کسی کوڑے میں الٹ دیا جائے۔

اسی قوم لوط سے متعلق محققین مزید لکھتے ہیں کہ انسان کی یہ عام عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا تو پھر سرکشی کرنے لگتا ہے قوم لوط کو بھی خدا نے نوازا تھا اور ان کے لئے اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے تھے عام انسانی عادت کے تحت دولت و ثروت کے نشے میں مبتلا ہو کر عیش و عشرت اور حواس و ہوس کے اس کنارے پر پہنچ گئے کہ انسانی غیرت حیا اور اچھے برے کی فطری تمیز بھی کھو بیٹھے تھے ایسے خلاف فطرت بدکاری میں مبتلا ہوگئے جو حرام اور گناہ ہونے کے علاوہ فطرت سلیمہ کے لئے نفرت اور ایسے گھن کے کام ہیں کہ عام جانور بھی اس کے پاس نہ

جائیں۔

چنانچہ اس قوم میں داخل ہونے کے بعد حضرت لوط نے دیکھا کہ اس قوم کے پانچ بڑے بڑے شہر تھے آپ نے ان کے مرکزی شہر سدوم میں قیام فرمایا اور ان کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے سارے جہاں میں کسی نے نہیں کیا۔

آپ نے طرح طرح سے انہیں سمجھایا کہ یہ بدکاری جس میں تم مبتلا ہو اس سے پہلے سارے جہاں میں کسی نے نہیں کی اور پہلے کسی برے سے برے انسان کا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا قوم لوط کے اسی گناہ سے متعلق مشہور اموی خلیفہ عبدالملک نے ایک مرتبہ کہا کہ اگر قرآن مجید میں قوم لوط کے اس گھناؤنے فعل کا ذکر نہ ہوتا تو میں کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی انسان ایسے قبیح فعل کا ارتکاب بھی کر سکتا ہے۔

چنانچہ اس میں ان کی بے حیائی پر دو حیثیت سے تنبیہ کی گئی۔ اول تو یہ کہ بہت سے گناہوں میں انسان اپنے ماحول یا اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے گو وہ بھی کوئی شرعی عذر نہیں مگر عرفاً اس کو کسی نہ کسی درجہ میں معذور کہا جا سکتا ہے مگر ایسا گناہ جو پہلے کسی نے نہیں کیا نہ اس کے لئے خاص مقتضیات ہے یہ اور بھی زیادہ وبال ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے یہ کسی برے کام یا بری نسل کو جو شخص اختیار کرتا ہے اس پر اپنے فعل کا

گناہ اور عذاب تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ان تمام لوگوں کا عذاب و بال بھی اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو قیامت تک اس کے فعل سے متاثر ہو کر مبتلا گناہ ہو جاتے ہیں یہی وہ باتیں تھیں جو حضرت لوط بار بار اپنی قوم کو تنبیہہ کر کے کہتے تھے۔

حضرت لوط کی یہ قوم گویا گناہوں کا مجموعہ تھی۔ فعل بد کے علاوہ ان کے اندر اور بہت سی خامیاں اور بداعمالیاں تھیں ان کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ ان کے علاقوں میں باہر سے آنے والے تاجروں اور سوداگروں کے مال کو ایک نئے اور اچھوتے انداز میں لوٹ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی سوداگر باہر سے آ کر ان کے مرکزی شہر سدوم میں مقیم ہوتا تو اس کے مال کو دیکھنے کے بہانے ہر شخص تھوڑی تھوڑی چیزیں اٹھاتا اور لے کر چل دیتا اور تاجر بیچارہ حیران اور پریشان ہو کر رہ جاتا اب اگر اس نے اپنے مال کے نقصان کا شکوہ کیا اور رونے دھونے لگا تو ان لٹیروں میں سے ایک آتا اور لوٹی ہوئی دو ایک چیزیں دکھلا کر کہنے لگتا بھائی میں تو یہ لے گیا تھا لو تمہاری یہ چیزیں موجود ہیں۔

چنانچہ وہ تاجر رنجیدہ آواز میں کہتا کہ میں ان کو لے کر کیا کروں گا جہاں میرا سارا مال لٹ گیا وہاں یہ بھی سہی جاتا اپنے پاس رکھو۔

جب یہ معاملہ ختم ہو جاتا تو دوسرا کرتا اور وہ بھی اسی طرح کوئی معمولی سی چیز دکھا کر وہی کہتا جو پہلے نے کہا تھا اور سوداگر رنج و غم اور غصے میں اسے بھی لوٹا کر کہہ دیتا اس طرح ان کا مال ہضم کر جاتے اور سوداگر کو

لوٹ گھسوٹ کر بھگا دیتے۔

ان سے متعلق یعنی قوم لوط سے متعلق ایک عجیب و غریب واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک بار حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ نے اپنے ایک غلام کو حضرت لوط کے علاقوں کی طرف بھجوایا وہ قوم لوط کے مرکزی شہر سدوم میں داخل ہوا۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت لوط سے مل لے اور واپس جا کر حضرت لوط کی خیریت کی اطلاع حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کو دے۔

چنانچہ جب قوم لوط کے مرکزی شہر سدوم پہنچا۔ ابھی بستی سے باہر ہی تھا تو اسے اجنبی سمجھ کر ایک سدومی نے اس کے سر پر پتھر کھینچ مارا۔ اس غلام کے سر سے خون جاری ہو گیا اور سر سرخ ہو گیا تب آگے بڑھ کر سدومی کہنے لگے۔

میرے پتھر کی وجہ سے یہ تیرا سر سرخ ہوا ہے لہٰذا مجھے اس کا معاوضہ ادا کر اور جب وہ غلام حیران اور پریشان ہوا۔ معاوضہ نہ دیا تب وہ غلام کو کھینچ کر سدوم شہر کی عدالت میں لے گیا حاکم سدوم نے مدعی کا بیان سن کر کہا۔

بے شک غلام کو سدومی کے پتھر مارنے کی اجرت دینی چاہیے۔

غلام یہ سن کر غصے میں آپے سے باہر ہو گیا چنانچہ اس نے بھی ایک پتھر حاکم کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا۔ میرے پتھر مارنے کی جو اجرت بنتی ہے وہ تو اس سدومی کو دے دینا یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گیا۔

بہرحال اہل سدوم اس قدر ظلم، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق و فجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانے کی قوموں میں ان کی جانب اس قسم کے واقعات عام طور پر منسوب کیے جاتے تھے۔

ان حالات میں حضرت لوط نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت اور طہارت کی زندگی بسر کرنے کی رغبت دلائی اور حسن خطابت لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہوسکتے ہیں ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گزشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج اور ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر متعلق اثر نہ ہوا بلکہ الٹا حضرت لوط کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

بے شک یہ پاک لوگ ہیں قوم لوط کا یہ مزاقیہ فقرہ تھا گویا حضرت لوط اور ان کے خاندان کا طنز کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے کہ بڑے پاکباز ہیں ان کا ہماری بستی میں کیا کام یہ ناصح و مشفق کی مربیانہ نصیحت سے غیض و غضب میں آ کر کہتے تھے کہ اگر ہم ناپاک بے حیا ہیں اور وہ بڑے پاکباز ہیں تو ان کا ہماری بستی سے کیا واسطہ ان کو یہاں سے نکال دو۔

حضرت لوط نے پھر ایک مرتبہ بھری محفل میں ان کو نصیحت کی اور فرمایا تم کو اتنا بھی احساس نہیں ہے کہ یہ سمجھ سکو کہ جن افعال بد میں اور بے حیائی کے تعلق میں تم مبتلا ہو وہ کس قدر بھیانک کام ہیں۔ اس کے علاوہ لوٹ مار اور اس قسم کی بداخلاقیاں اور برے اعمال تمہارے اندر سما گئے

ہیں تم سب کچھ کرتے ہو اور بھری محفلوں اور مجلسوں میں کرتے ہو، شرمندہ ہونے کے بجائے بعد میں ان کا ذکر اس طرح سناتے ہو کہ گویا یہ کارنمایاں ہے جو تم نے انجام دیئے ہیں۔

چنانچہ وہ لوگ لوط کی نصیحت کو سن کر غصے میں تل ملا سے اٹھے اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں۔

لوط بس نصیحتیں اور عبرتیں ختم کر، اگر ہمارے ان اعمال سے تیرا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا جس کا ذکر کر کے تو بار بار ہم کو ڈراتا ہے اور اگر تو اپنے قول میں سچا ہے تو ہمارا تمہارا فیصلہ ہو جانا اب ضروری ہے۔

یہ ایسی بری اور بھٹکی ہوئی قوم تھی کہ آپ کی کسی نصیحت پر نہ کان دھرتے نہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے اور جس جس کبیرہ گناہ اور بدعادات میں وہ مبتلا تھے اس پر وہ پہلے کی طرح فخر کرتے خدا نے جہاں اس قوم کے متعلق یہ بھی بتایا کہ جس عمل میں وہ مبتلا تھے وہ ایک بدترین گناہ ہے جس پر ایک قوم اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئی اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے بھی قوم لوط سے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک ایسا جرم ہے جس سے معاشرے کو پاک رکھنے کی کوشش کرنا حکومت اسلامی کے فرائض میں سے ہے اور یہ کہ اس جرم کے مرتکبین کو سخت سزا دینی چاہیے۔

حدیث میں حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ان فعل بد میں مبتلا ہونے والے میں سے دونوں یعنی فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسا کوئی مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش نہیں ہوا تھا اس لئے قطعی طور پر یہ بات متعین نہ ہو سکی کہ اس کی سزا کس طرح دی جائے۔

صحابہ اکرامؓ میں سے حضرت علیؓ کی رائے یہ ہے کہ اس فعل بد میں مبتلا ہونے والے مجرم کو تلوار سے قتل کیا جائے اور دفن کرنے کے بجائے اس کی لاش جلائی جائے۔

اسی رائے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اتفاق فرمایا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی رائے یہ ہے کہ کسی بوسیدہ عمارت کے نیچے کھڑا کر کے وہ عمارت ان پر ڈھادی جائے۔ ابن عباسؓ کا اس فعل بد سے متعلق فتویٰ یہ ہے کہ بستی کی سب سے اونچی عمارت سے ان کو سر کے بل پھینک دیا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔

فقہا میں سے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ فاعل و مفعول واجب القتل ہیں۔ خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔

شعبی، زہرہ کے علاوہ مالک اور احمد کہتے ہیں کہ ان کی سزا رجم ہے اس کے علاوہ سعید بن میسب، عطاء اور حسن بصری، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور اوزائی کی رائے میں اس جرم پر وہی سزا دی جائے جو حرام کاری کی سزا ہے۔

بہر حال حضرت لوط نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا لیکن انسان کی عام عادت یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ کسی کا محتاج نہیں رہا تو

سرکشی کرنے لگتا ہے چونکہ قوم لوط کو بھی خدا نے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا ہر آسائش کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے تھے۔ لہٰذا عام انسانی عادت کے تحت دولت اور ثروت کے نشے میں مبتلا ہو کر عیش و عشرت اور برے کاموں کے اس کنارے پر پہنچ گئے کہ انسانی غیرت اور حیا اچھے برے کی فطری تمیز بھی کھو بیٹھے، ایسے خلاف فطرت بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے جو حرام اور گناہ ہونے کے علاوہ فطرت سلیمہ کے لئے نفرت اور ایسے گھن کے کام ہیں کہ عام جانور بھی اس کے پاس نہیں جاتے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بار بار سمجھایا کہ کیا تم ایسے فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے سارے جہان میں کسی نے نہیں کئے، عمر بن دینار اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ اس قوم سے پہلے دنیا میں بھی ایسی حرکت نہ دیکھی گئی۔

انسان جب کسی برے فعل میں مبتلا ہوتا ہے تو ان کی بے حیائی پر دو حیثیت سے تنبیہہ کی جاتی ہے اوّل تو یہ بہت سے گناہوں میں انسان اپنے ماحول یا اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے گو وہ بھی کوئی شرعی عذر نہیں مگر عرفاً اس کو کسی نہ کسی درجہ میں معذور کہا جا سکتا ہے۔

مگر ایسا گناہ جو پہلے کسی نے نہیں کیا نہ اس کے لئے خاص مقتضیات ہیں یہ اور بھی زیادہ وبال ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ کسی برے کام یا بری رسم کی جو شخص ایجاد کرتا ہے اس پر اپنے فعل کا گناہ اور عذاب تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ان تمام لوگوں کا عذاب اور وبال بھی اسی کی گردن

پر ہوتا ہے جو قیامت تک اس کے فعل سے متاثر ہو کر مبتلا گناہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت لوط نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے یہ بھی پیغام دیا یعنی تم ایسی قوم ہو جو حد انسانیت سے گزر گئی ہے۔ یعنی تمہارا اصل مرض یہ ہے کہ تم ہر کام میں اس کی حد سے نکل جاتے ہو، جنسی خواہش کے بارے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے نکل کر خلاف وضع فطری میں مبتلا ہو گئے لیکن قوم ایسی تھی کہ آپ کی کسی نصیحت پر کان ہی نہیں دھرتی تھی اور برابر بے حیائی کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔

حضرت لوط کے ایک عرصہ تک بار بار سمجھانے کے باوجود جب ان کی قوم اپنی بری عادتوں سے باز نہ آئی تب خدا نے اس قوم کو مبتلائے عذاب کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ عذاب ان کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سمت سے آیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سمت سے قوم لوط کے لئے عذاب آنے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو ان کے پاس انہی کی اولاد کی بشارت دینے کے علاوہ حضرت لوط کی قوم پر عذاب طاری کرنے کے لئے روانہ کیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی اور ان کو اولاد کی بڑی تمنا تھی مگر دونوں کا بڑھاپا تھا بظاہر کوئی امید نہ تھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے خوشخبری بھیجی اور وہ اس شان کی کہ نرینہ اولاد ہوگی اور ان کا نام بھی اسحاق تجویز فرما دیا پھر یہ بھی بتا دیا کہ وہ زندہ رہیں گے اور وہ بھی صاحب اولاد ہوں گے ان کے لڑکے کا نام یعقوب ہوگا اور دونوں اللہ تعالیٰ کے رسول اور پیغمبر ہوں گے۔

یہ فرشتے کیونکہ بشکل انسانی آئے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو عام مہمان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی، بھنا ہوا گوشت سامنے لاکر رکھا مگر وہ تو حقیقتاً فرشتے تھے کھانے پینے سے پاک اس لئے کھانا سامنے ہونے کے باوجود اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

حضرت ابراہیم کو یہ دیکھ کر اندیشہ لاحق ہوا کہ مہمان نہیں معلوم ہوتے، ممکن ہے کسی فساد کی نیت سے آئے ہوں، فرشتوں نے ان کا یہ اندیشہ معلوم کر کے بات کھول دی اور بتلا دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں، آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کو اولاد کی بشارت دینے کے علاوہ ایک اور کام کے لئے بھی بھیجے گئے ہیں کہ قوم لوط پر عذاب نازل کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ پس پردہ یہ گفتگو سن رہی تھیں جب معلوم ہوا کہ یہ انسان نہیں فرشتے ہیں تو پردے کی ضرورت نہ رہی، بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری سن کر ہنس پڑیں اور کہنے لگیں۔

کیا میں بڑھیا ہو کر اولاد جنوں گی اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔

فرشتوں نے جواب دیا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو جس کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ خصوصاً تم خاندان نبوت میں رہ کر اس کا مشاہدہ بھی کرتی رہتی ہو کہ اس خاندان پر اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی رحمت اور برکت نازل ہوتی رہتی ہے جو اکثر سلسلہ اسباب ظاہری سے بالاتر ہوتی

ہے پھر تعجب کی کیا بات ہے۔

یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے کہ آگے انہی فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی طرف جانا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ تین فرشتے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل تھے۔ انہوں نے بشکل انسانی آ کر حضرت ابراہیم کو سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور ان کو انسان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی۔

حضرت ابراہیم وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے دنیا میں مہمان نوازی کی رسم جاری کی ان کا معمول یہ تھا کہ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے بلکہ ہر کھانے کے وقت تلاش کرتے کہ کوئی مہمان آ جائے تو اس کے ساتھ کھائیں۔

بعض اسرائیلی روایات سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز کھانے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان کی تلاش شروع کی تو ایک اجنبی آدمی ملا جب وہ کھانے پر بیٹھا تو حضرت ابراہیم نے کہا بسم اللہ کہو اس نے کہا میں جانتا نہیں کہ اللہ کون اور کیا ہے۔

حضرت ابراہیم نے اس کو دسترخوان سے اٹھا دیا جب وہ باہر چلا گیا تو جبرائیل امین آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اس کے کفر کے باوجود ساری عمر اس کو رزق دیا اور آپ نے ایک لقمہ دینے میں بھی بخل کیا، یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم اس کے پیچھے دوڑے۔ اس کو واپس

بلایا اور اس نے کہا کہ جب تک آپ وجہ نہ بتائیں گے کہ پہلے کیوں مجھے نکالا اور اب کیوں بلا رہے ہیں اس وقت تک آپ کے ساتھ نہ جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم نے واقعہ بتا دیا تو یہی واقعہ اس کے دین میں شامل ہونے کا سبب بن گیا اس نے کہا کہ وہ رب جس نے یہ حکم بھیجا ہے بڑا کریم ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ گیا اور مومن ہو کر باقاعدہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

حضرت ابراہیم نے اپنی عادت مہمان نوازی کے مطابق بشکل انسانی آنے والے فرشتوں کو انسان اور مہمان سمجھ کر مہمان نوازی شروع کی اور فوراً ہی ایک تلا ہوا بچھڑا لا کر سامنے رکھ دیا۔ محققین لکھتے ہیں کہ آنے والے فرشتے جو دو کاموں کے لئے آئے تھے ایک یہ کہ حضرت ابراہیم کو ان کے اولاد ہونے کی خوشخبری دیں، دوسرے حضرت لوط کی قوم پر عذاب نازل کریں کہ آنے والے فرشتے اگرچہ بشکل انسانی آئے تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت ان کو بشری خواص کھانے پینے کے بھی عطا کئے جاتے لیکن حکمت اسی میں تھی کہ وہ کھانا نہ کھائیں تاکہ ان کے فرشتے ہونے کا راز کھلے اس لئے شکل انسانی میں بھی ان کے ملکی خواص کو باقی رکھا گیا جس کی وجہ سے انہوں نے کھانے پر ہاتھ نہ بڑھایا۔

بعض روایات میں ہے کہ ان کے ہاتھ میں کچھ تیر تھے ان کی نوک ان تلے ہوئے گوشت میں لگانے لگے ان کے اس عمل سے حضرت ابراہیم کو اپنے عرف کے مطابق یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید کوئی دشمن ہو

کیونکہ ان کے عرف میں کسی مہمان کا کھانے سے انکار کرنا ایسے ہی شر فساد کی علامت ہوتا تھا۔ چنانچہ فرشتوں نے بات کھول دی اور کہا کہ ہم فرشتے ہیں اس لئے نہیں کھاتے آپ کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔

گو وہ تینوں فرشتے حضرت لوط کی قوم پر عذاب طاری کرنے کے لئے آئے تھے لیکن ان کی آمد پر محققین لکھتے ہیں کہ دو چیزیں بڑی عیاں ہو گئیں پہلی سنت سلام اور دوسری مہمان داری کیونکہ فرشتوں نے آ کر سلام کہا تھا لہذا محققین لکھتے ہیں کہ اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں۔ آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنا چاہیے دوسروں کو جواب دینا چاہئے یہ رسم تو ہر قوم اور ملت میں پائی جاتی ہے کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کچھ کلمات بولتے ہیں مگر اسلام کی تعلیم اس معاشرے میں بے نظیر اور بہترین ہے کیونکہ اسلام کا مسنون لفظ السلام علیکم کے نام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ذکر اللہ بھی ہے اور مخاطب کے لئے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا بھی اور اپنی طرف سے اس کی جان و مال اور آبرو کے لئے سلامتی کی ضمانت بھی ہے۔

چنانچہ قرآن مقدس میں اس جگہ فرشتوں کی طرف سے صرف سلاماً اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے جواب میں سلاماً ذکر کیا گیا ہے۔ بظاہر یہاں پورے الفاظ سلام کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی جیسے عرف اور محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں کو سلام کیا۔ مراد

یہ ہوتی ہے کہ پورا کلمہ السلام علیکم کہا اس طرح یہاں لفظ سلام سے پورا کلمہ مسنونہ سلام کا مراد ہے جو حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول عمل سے لوگوں کو بتلایا۔

فرشتوں کے آنے پر جو دوسری بات سامنے آتی ہے وہ مہمان داری کی ہے۔

ان فرشتوں کے آنے پر ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تلا ہوا بچھڑا پیش کیا اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اوّل یہ کہ مہمان نوازی کے آداب میں سے ہے کہ مہمان کے آتے ہی کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا کر رکھے پھر صاحب وسعت ہے تو مزید مہمان نوازی کا اہتمام بعد میں کرے۔

کھانے کو دل نہ چاہے یا مضر سمجھے تو معمولی سی شرکت دلجوئی کے لئے کریں۔

اس سے یہ بھی بات معلوم ہوئی کہ میزبان کو چاہئے کہ صرف کھانا رکھ کر فارغ نہ ہو جائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے کہ نہیں جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ فرشتوں کے کھانا نہ کھانے کو محسوس کیا۔

بہر حال حضرت لوط کی قوم کے لئے عذاب کے لئے آنے والے فرشتوں نے کھانے سے انکار کیا تو یہ کہا تھا کہ ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے اگر قیمت لے لیں تو کھائیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ہاں اس کھانے کی ایک قیمت ہے وہ ادا کرو وہ قیمت یہ ہے کہ

نے کہا کہ ہم قوم لوط پر عذاب طاری کرنے کے لئے آئے ہیں اور قوم لوط ہلاک کی جائے گی۔

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے فکر مند ہوئے اور ان فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں اس لئے عذاب نہ بھیجا جائے کہ ان کو گزند پہنچے گا ایسا کہنے سے حضرت ابراہیم کا مطلب یہ ہوگا کہ اس بہانے سے بچ جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شاید اس لئے کہا ہوگا کہ انہیں اس قوم کے مومن ہونے کی امید ہو اس لئے کہ حضرت ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج اور بڑے نرم دل تھے اس لئے سفارش میں مبالغہ کیا۔

اس پر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ ظاہر کیا کہ اس قوم پر ضرور عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں اس لئے اس باب میں کچھ کہنا سننا بیکار ہے، رہا معاملہ حضرت لوط کا کہ وہ وہاں ہیں سو ان کو اور سب ایمان والوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیا جائے گا اس کے بعد قوم لوط پر عذاب طاری کیا جائے گا تا کہ حضرت لوط اور ایمان لانے والے لوگوں کو گزند نہ پہنچے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم کے ہاں سے فارغ ہونے کے بعد ان تینوں فرشتوں نے قوم لوط پر عذاب طاری کرنے کے لئے ان کی سرزمین کا رخ کیا تھا حضرت لوط کی قوم اس علاقے میں رہتی تھی جسے آج کل مشرق اردن کہا جاتا ہے۔ عراق اور فلسطین کے درمیان واقع ہے بائبل میں اس

قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحر مردار کے قریب کسی جگہ پر واقع تھا یا اب بحر مردار میں غرق ہو چکا ہے یہودیوں کی کتاب تلمود میں لکھا ہے کہ سدوم کے علاوہ ان کے چار بڑے بڑے شہر اور بھی تھے اور ان شہروں کے درمیان کا علاقہ ایسا گلزار بنا ہوا تھا کہ میلوں تک بس ایک باغ ہی باغ تھا جس کے جمال کو دیکھ کر انسان پر مستی طاری ہونے لگتی تھی مگر آج اس قوم کا نام و نشان دنیا سے بالکل ناپید ہو چکا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کی بستیاں ٹھیک کس مقام پر تھیں اب صرف بحر مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی ہے جسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔

خداوند قدوس اتنے سنگدل اور بے رحم نہیں ہیں کہ اپنی مخلوق سے انہیں کوئی دشمنی بھی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ہی سزا دینے کو خداوند قدوس کا جی چاہے اور اپنے بندوں کو مار مار کر ہی وہ خوش ہو، انسان جب اپنی سرکشیوں میں حد سے گزر جاتے ہیں اور کسی طرح فساد پھیلانے سے باز نہیں آتے تب بادل نخواستہ خداوند قدوس کی طرف سے سزا دی جاتی ہے ورنہ خالق دو جہاں کا حال تو یہ ہے کہ تم خواہ کتنے ہی قصور کر چکے ہو جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اس کی طرف پلٹو گے اس کے دامن رحمت کو اپنے لئے وسیع پاؤ گے کیونکہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے وہ بے پایاں محبت رکھتا ہے۔

حضرت لوط کی قوم چونکہ اپنی بداخلاقی کی حدود کو پہنچ چکی تھی اور ان کی حالت یہ تھی کہ جب ان کی کسی بھی بستی میں کوئی خوب صورت مہمان

آجاتا تو اس بستی کے اوباشوں کا ایک ہجوم وہاں امڈ آتا تھا اعلانیہ اس سے مطالبہ کرتے کہ اپنے مہمانوں کو بدکاری کے لئے ہمارے حوالے کردو، ان کی پوری آبادی میں کوئی ایسا عنصر باقی نہ تھا جو ان حرکات کے خلاف آواز اٹھاتا اور ان کی قوم میں کوئی اخلاقی حس باقی نہ رہ گئی تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو علی الاعلان یہ زیادتیاں کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی چنانچہ اسی بناء پر انہوں نے حضرت لوط جیسے مقدس انسان اور معلم اخلاق کی بھی ہر نصیحت اور ان کی ہر تبلیغ کو جھٹلا دیا۔

یہودیوں کی کتاب تلمود میں اس قوم کے جو حالات لکھے گئے ہیں ا ن کا ایک خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس قوم کے متعلق معلوم ہوگا یہ قوم اخلاقی فساد کو کس انتہا کو پہنچ چکی تھی اس میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عیلامی قوم کا مسافر ان کے علاقے سے گزر رہا تھا۔ راستے میں شام ہوگئی اور اسے مجبوراً ان کے مرکزی شہر سدوم میں ٹھہرنا پڑا اس کے ساتھ اپنا زادراہ تھا اس لئے اس نے کسی سے میزبانی کی درخواست نہ کی۔

بس ایک درخت کے نیچے اتر گیا مگر ایک سدومی اسے اپنے گھر لے گیا۔ رات اسے اپنے ہاں رکھا اور صبح ہونے سے پہلے اس کا گدھا اس کی زین اور مال تجارت سمیت اڑا دیا اس نے شور مچایا مگر کسی نے اس کی فریاد نہ سنی بلکہ بستی کے لوگوں نے اس کا رہا سہا مال بھی لوٹ لیا اسے بستی سے نکال باہر کیا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک غریب آدمی ان کے شہر میں آیا کسی نے اسے کھانے کو کچھ نہ دیا وہ بھوک سے بدحال ہو کر ایک جگہ گر پڑا تھا کہ حضرت لوط کی بیٹی نے اسے دیکھ لیا اور اس کے لئے کھانا پہنچایا اس پر حضرت لوط اور ان کی بیٹی کو سخت ملامت کی گئی اور انہیں دھمکیاں دی گئیں کہ ان حرکتوں کے ساتھ تم لوگ ہماری بستی میں نہیں رہ سکتے۔

حضرت لوط اپنی قوم کو سمجھاتے تمہارا جرم صرف اتنا نہیں ہے کہ تم فعل بد میں مبتلا ہو بلکہ تمہاری زندگی کا سارا عمل ہی حد سے زیادہ بگڑ چکا ہے اور فرمایا کہ تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ کھلم کھلا دیکھنے والوں کی نگاہوں کے سامنے فحش کام کرتے ہو کیا تم ایسے بگڑ گئے ہو کہ بدی کرتے ہوئے راستوں پر ڈاکے مارتے ہو اور اپنی مجلسوں میں اعلانیہ برے کام کرتے ہو جواب میں حضرت لوط کی قوم کے لوگ کہتے۔

تجھے معلوم ہے اب سے پہلے جس نے بھی ہمارے خلاف زبان کھولی یا ہماری حرکتوں پر اعتراض کیا یا ہماری مرضی کے خلاف کام کیا وہ ہماری بستیوں سے نکالا گیا اب اگر تو یہ باتیں کرے گا تو تیرا حشر بھی ایسا ہی ہوگا حضرت لوط کو یہ نوٹس دینے سے پہلے اس شریر قوم کے لوگ آپس میں یہ طے کر چکے تھے کہ لوط اور ان کے خاندان والوں اور ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں اور ان صالحین کو باہر کا راستہ دکھاؤ۔

بہر حال حضرت ابراہیم کے پاس سے نکل کر وہ تینوں فرشتے حضرت لوط کی قوم کی طرف گئے۔ حضرت لوط کی قوم کی طرف جانے کا مقصد ان کا قوم لوط پر عذاب طاری کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ جس قوم کو عذاب میں پکڑتے ہیں اس پر ان کے عمل کے مناسب ہی عذاب مسلط فرماتے ہیں۔ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے جب وہ حضرت لوط کے گھر پہنچے تو ان کو بشکل انسانی دیکھ کر انہوں نے بھی مہمان سمجھا اور اس وقت وہ سخت فکر اور غم میں مبتلا ہو گئے کہ مہمانوں کی مہمانی نہ کی جائے تو یہ شان پیغمبری کے خلاف ہے اگر ان کو مہمان بنایا جاتا ہے تو اپنی قوم کی خباثت معلوم ہے اس کا خطرہ ہے کہ وہ مکان پر چڑھ آئیں اور ان مہمانوں کو اذیت پہنچائیں اور وہ ان کی مدافعت نہ کر سکیں دل میں کہنے لگے آج بڑی سخت مصیبت کا دن ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو عجیب عبرت کی جگہ بنایا ہے جس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے بے شمار مظاہرے ہوتے ہیں آذر بت پرست کے گھر میں اپنا خلیل حضرت ابراہیم پیدا کر دیا اور حضرت لوط

جیسے مقبول اور برگزیدہ پیغمبر کے گھر میں ان کی بیوی کافروں سے ملتی اور حضرت لوط کی مخالف تھی جب یہ محترم مہمان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے گھر میں مقیم ہو گئے تو ان کی بیوی نے قوم کے اوباش لوگوں کو خبر کر دی کہ آج ہمارے گھر میں اس طرح کے مہمان آئے ہیں۔

حضرت لوط کا سابقہ اندیشہ سامنے آ گیا جس کا انہیں فکر اور غم تھا چنانچہ ان کی قوم کے افراد دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور وہ پہلے سے ہی نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے۔

چنانچہ جب قوم لوط کے لوگ حضرت لوط کے گھر پر چڑھ دوڑے اور ان حسین مہمانوں کو آپ سے مانگا اس موقع پر حضرت لوط بڑے تنگ ہوئے، حضرت لوط نے جب دیکھا کہ ان کی مدافعت مشکل ہے ان کو شر سے باز رکھنے کے لئے فرمایا کہ تم اس شر و فساد سے باز آ جاؤ تو میں اپنی لڑکیاں تمہارے سرداروں کے نکاح میں دے دوں گا اس لئے کہ اس زمانے میں لڑکی کا نکاح کافر سے جائز تھا۔

اور حضور اکرم ﷺ کے ابتدائی زمانے تک یہی حکم جاری تھا اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا حالانکہ یہ دونوں کفر پر تھے بعد میں آیات نازل ہوئیں جس میں مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے حرام قرار دے دیا گیا۔

اس موقع پر حضرت لوط نے اپنی قوم کے ان افراد کو اللہ تعالیٰ کے

عذاب سے ڈرانے کے لئے فرمایا۔

اور ساتھ ہی عاجزانہ درخواست بھی کی کہ یعنی مجھ کو میرے مہمانوں کے متعلق رسوانہ کرو اور یہ بھی فرمایا کہ تم میں ایک بھی بھلا مانس اور شریف آدمی نہیں جو میری بات سنے۔

مگر وہاں شرافت اور انسانیت کا کوئی اثر باقی نہ تھا سب نے جواب میں کہا آپ جانتے ہیں کہ ہمیں لڑکیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہے۔

اس وقت ہر طرح سے عاجز ہو کر حضرت لوط کی زبان پر یہ کلمہ آیا۔

کاش مجھ میں اتنی قوت ہوتی کہ میں اس پوری قوم کا خود مقابلہ کرسکتا یا پھر کوئی جتھہ یا جماعت ہوتی جو مجھے ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات دلاتی۔

حضرت لوط نے اپنی قوم کے لوگوں کو بہت سمجھایا اپنی قوم کی لڑکیوں سے نکاح کرنے اور شادی کرنے کی ترغیب بھی دی لیکن اس بگڑتی ہوئی قوم نے آپ کی کسی بات پر دھیان نہ دیا۔

ان کی ہٹ دھرمی ان کی یہ ضد اس بات کی تصویر کشی کرتی ہے کہ وہ خباثت میں کس قدر ڈوب گئے تھے بات صرف اس حد تک نہیں رہی تھی کہ وہ فطرت اور پاکیزگی کی راہ سے ہٹ کر گندگی اور خلاف فطرت راہ پر چل پڑے تھے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ان کی ساری رغبت اور تمام دلچسپی اب اسی گندی راہ پر تھی اس کے نفس میں اب طلب اس گندگی

کی رہ گئی تھی اور فطرت اور پاکیزگی کی راہ کے متعلق یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرتے تھے کہ یہ راستہ تو ہمارے لئے تباہی نہیں ہے۔

یہ اخلاق کے زوال اور نفس کے بگاڑ کا انتہائی مرتبہ ہے جس سے کم تر اور ادنیٰ کسی مرتبے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اس شخص کا معاملہ تو بہت ہلکا ہے جو محض نفس کی کمزوری کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر حلال کو چاہنے کے قابل اور حرام سے بچنے کے قابل چیز سمجھتا ہو۔

اپنی قوم کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے جس وقت حضرت لوط نے فرمایا کہ کاش مجھ میں اتنی قوت ہوتی کہ میں اس پوری قوم کا مقابلہ کرسکتا یا پھر کوئی جتھہ یا جماعت ہوتی جو مجھے ان ظالموں کے ہاتھ سے نجات دلاتی اس وقت تک حضرت لوط کو بدمعاشوں کے اس حملے تک یہ معلوم نہ تھا کہ مہمان درحقیقت فرشتے ہیں وہ اس وقت یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ چند مسافر لڑکے ہیں جو ان کے ہاں ٹھہرے ہیں انہوں نے اپنے فرشتے ہونے کی حقیقت اس وقت تک نہ کھولی تھی چنانچہ جب بدمعاشوں کا ہجوم حضرت لوط کی قیام گاہ پر چل پڑا فرشتوں نے ان سے کہا اب تم اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور ہمیں ان سے نمٹنے کے لئے چھوڑ دو، ہم اللہ کے فرشتے ہیں ان کے قابو میں آنے والے نہیں اس قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کے متعلق

فرمایا۔

اللہ تعالیٰ لوط پر رحم فرمائیں وہ کسی مضبوط جماعت کی پناہ لینے پر مجبور ہوگئے اور ترمذی میں اس کے ساتھ یہ جملہ بھی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کا قبیلہ اس کا حمایتی نہ ہو خود حضور اکرم ﷺ کے متعلق کفار قریش نے ہزار طرح کی تدبیریں کیں لیکن آپ کے پورے خاندان نے آپ کی حمایت کی اگرچہ مذہب میں وہ سب آپ کے موافق نہ تھے اسی طرح پورے بنی ہاشم اس مقاطع حضور کے ساتھ شریک رہے جس میں کفار قریش نے ان پر دانہ پانی بند کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس واقعہ میں جب قوم لوط ان کے گھر پر چڑھ آئی تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ فرشتے بھی مکان کے اندر تھے۔ چنانچہ لوگوں نے دیوار پھاند کر اندر گھسنے کا اور دروازہ توڑنے کا ارادہ کیا اور جب فرشتوں نے حضرت لوط کا یہ اضطراب دیکھا تو حقیقت کھول دیا اور کہہ دیا کہ آپ دروازہ کھول دیں ہم ان کو عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں دروازہ کھلا تو جبرائیل امین نے اپنے پر کا اشارہ کیا تو وہاں جمع سب لوگ اندھے ہوگئے اور بھاگنے لگے۔

اس وقت فرشتوں نے بحکم ربی حضرت لوط کو کہا آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے اور یہ

ہدایت کر دیجئے کہ ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے بجز آپ کی بیوی کے کیونکہ اس پر تو وہی عذاب پڑنے والا ہے جو قوم پر پڑے گا فرشتوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں اور اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیوی ہونے کی حیثیت سے وہ آپ کے اہل میں داخل ہو کر ساتھ چلے گی مگر وہ آپ کے اس حکم پر عمل نہ کرے گی جو آپ اپنے اہل وعیال کو دیں گے کہ کوئی مڑ کر نہ دیکھے۔

بعض روایات میں ہے کہ ہوا یہ کہ بیوی بھی ساتھ چلی مگر جب قوم پر عذاب آنے کا دھما کہ سنا تو پیچھے مڑ کر دیکھا اور قوم کی تباہی پر اظہار افسوس کرنے لگی اسی وقت ایک پتھر آیا جس نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

فرشتوں نے یہ بھی بتلا دیا کہ صبح ہوتے ہی آپ کی قوم پر عذاب آجائے گا چنانچہ حضرت لوط نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اور بھی جلد عذاب آجائے اس پر فرشتوں نے کہا صبح تو کچھ دور نہیں بس ہوا ہی چاہتی ہے پھر اس عذاب کا قرآن مقدس میں اس طرح بیان فرمایا کہ جب ہمارا عذاب آگیا تو ہم نے ان بستیوں کے اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر ایسے پتھر برسائے جن پر ہر ایک کے نام کی علامت لگی ہوئی تھی۔

روایات میں ہے کہ چار بڑے بڑے شہر تھے جن میں یہ لوگ بستے تھے انہی بستیوں کو قرآن حکیم نے دوسری جگہ موتفکات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو جبرائیل امین نے اپنا پر ان سب شہروں کی زمین کے نیچے پہنچا کر سب کو اس طرح اوپر اٹھا لیا کہ ہر

چیز اپنی جگہ ہی رہی پانی کے برتن سے پانی بھی نہیں گرا، آسمان کی طرف کے کتوں اور جانوروں اور انسانوں کی آوازیں آ رہی تھیں ان سب بستیوں کو آسمان کی طرف سیدھا اٹھانے کے بعد اوندھا کر کے پلٹ دیا جو ان کے عمل خبیث کے مناسب حال تھا۔

قوم لوط پر عذاب طاری کر کے اس کے ذکر کرنے کے بعد موجودہ اقوام دنیا کو متنبہ کرنے کے لئے خداوند قدوس کی طرف سے یہ بھی فرمایا گیا یعنی پتھراؤ کا عذاب آج بھی ظالموں کے لئے کچھ دور نہیں جو لوگ اس قوم کی طرح ظلم اور بے حیائی پر جمے رہیں وہ اپنے آپ کو اس عذاب سے دور نہ سمجھیں، آج بھی یہ عذاب آ سکتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ وہ عمل کریں گے جو قوم لوط کرتی تھی جب ایسا ہونے لگے تو انتظار کرو کہ ان پر بھی یہی عذاب آئے گا جو قوم لوط پر آیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ساری عمر اپنی قوم کو تین سخت گناہوں سے ڈرایا اور باز رہنے کی تلقین کی۔

اول غیر فطری فعل بد سے دوئم قطع طریق یعنی مسافروں پر ڈاکہ زنی سے سوئم اپنی مجلسوں میں اعلانا سب کے سامنے گناہ کرنے سے قرآن کریم نے اس تیسرے گناہ کی تعین نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ جو اپنی ذات میں گناہ ہے اس کو اعلانیہ بے پروائی سے کیا جائے تو دوسرا مستقل گناہ ہو جاتا ہے وہ کوئی بھی گناہ ہو بعض آئمہ تفسیر نے

اس جگہ ان گناہوں کو شمار کیا ہے جو یہ بے حیا اپنی مجلسوں میں سب کے سامنے کیا کرتے تھے۔

مثلاً راستے چلتے لوگوں کو پتھر مارنا اور ان کا استہزا اور ٹھٹھہ کرنا جیسا کہ ام ہانی کی حدیث میں اس کا ذکر ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جو بے حیائی ان کی مشہور تھی اس کو وہ کہیں چھپ کر نہیں کھلی مجلسوں میں ایک دوسرے کے سامنے کرتے تھے۔

چنانچہ جب اس قوم نے اپنے پیغمبر کی کسی بات، کسی نصیحت اور کسی تلقین پر کان نہ دھرا تو پھر وہ عذاب کے مستحق ہوئے۔

قرآن مقدس نے مختلف مقامات پر قوم لوط کی ہدایت اور ان کی سرکشی اور ان کے گناہوں کا ذکر کیا ہے۔

ایک جگہ فرمایا پس لوط کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے تو ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آ اگر تو سچا ہے۔

دوسری جگہ قرآن مقدس نے ان سے متعلق فرمایا۔

پھر جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اس کو ہماری بشارت یعنی ولادت اسحاق پہنچ گئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے متعلق جھگڑنے لگا بے شک ابراہیم بردبار غم نواز رحیم ہے اے ابراہیم اس معاملے میں نہ پڑ، بلاشبہ تیرے رب کا حکم آ چکا ہے اور بلاشبہ ان پر عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا، ابراہیم نے کہا اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتوں تم کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم

ان پر پتھروں کی بارش کریں یہ نشان کردیا گیا ہے تیرے رب کی جانب سے حد سے گزرنے والوں کے لئے۔

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے کہنے لگے، بے شک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس قریہ کے بسنے والوں کو یعنی سدوم شہر کو بلاشبہ اس کے باشندے ظالم ہیں ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط ہے فرشتوں نے کہا ہمیں خوب معلوم ہے جو اس بستی میں آباد ہیں ہم البتہ لوط کی اور اس کے خاندان کو نجات دیں گے مگر اس کی بیوی کو نہیں کہ وہ بھی بستی میں رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

تیسری جگہ فرمایا قوم لوط نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور کہا ان کے بھائی لوط نے کیا تم نہیں ڈرتے بے شک میں تمہارے لئے پیغمبر ہوں امانت والا، پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اور میں تم سے اس نصیحت پر اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ رب العالمین کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔

ایک اور جگہ اس قوم سے متعلق فرمایا۔

اور پھر ایسا ہوا کہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا تم لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہو انہوں نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ہم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کیا کرتے تھے یعنی ہلاکت کے ظہور کی خبریں جن کا لوگوں کو یقین نہ تھا ہمارا آنا امر حق کے لئے ہے اور ہم اپنے بیان میں سچے ہیں۔

پس چاہئے کہ کچھ لوگ رات گئے اپنے گھروں کو لے کر نکل جاؤ اور ان کے پیچھے قدم اٹھاؤ اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے جہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرف رخ کئے چلے جائیں۔ غرض ہم نے لوط پر حقیقت حال واضح کردی کہ ہلاکت کا ظہور ہونے والا ہے اور باشندگان شہر کی بیخ اور بنیاد صبح ہوتے ہی اکھڑ جانے والی ہے اور اسی اثنا میں ایسا ہوا کہ شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے، لوط نے کہا دیکھو یہ نئے آدمی میرے مہمان ہیں تم میری فضیحت نہ کرو اللہ سے ڈرو تم میری رسوائی کے کیوں درپے ہو انہوں نے کہا کیا ہم نے تجھے اس بات سے نہیں روک دیا تھا کہ کس قوم کا آدمی ہو لیکن اپنے یہاں نہ ٹھہراؤ لوط نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو دیکھو یہ میری بیٹیاں کھڑی ہیں اور فرشتوں نے کہا یہ لوگ جو اپنی بدمستیوں میں کھوئے ہوئے ہیں تمہاری باتیں ماننے والے نہیں، غرض سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا۔ پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کرڈالی اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی۔ بلاشبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو حقیقت کی پہچان رکھتے ہیں۔

اور پھر مزید فرمایا۔

اور پھر جب ایسا ہوا کہ ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کے آنے سے خوش نہ ہوا اور ان کی موجودگی نے اسے پریشان کردیا وہ بولا آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے اس کی قوم کے لوگ اجنبیوں کے

آنے کی خبر سن کر دوڑتے ہوئے آئے وہ پہلے سے برے کاموں کے عادی ہو رہے تھے لوط نے ان سے کہا لوگوں یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے جائز اور پاک ہیں پس ان کی طرف متوجہ ہو، دوسری بات کا مقصد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔

میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ان لوگوں نے کہا تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تیری ان بیٹیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں لوط نے کہا کاش مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کوئی اور سہارا ہوتا جس کا آسرا پکڑ سکتا تب مہمانوں نے کہا اے لوط ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے یہ لوگ کبھی تجھ پر قابو نہ پا سکیں گے تو یوں کر کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر نکل جا اور تم میں سے کوئی ادھر ادھر نہ دیکھے یعنی کسی بات کی فکر نہ کرے مگر ہاں تیری بیوی ساتھ دینے والی نہیں وہ پیچھے رہ جائے گی اور جو کچھ ان لوگوں پر گزرتا ہے وہ اس پر بھی گزرے گا ان لوگوں کے لئے عذاب مقررہ وقت صبح کا ہے اور صبح کے آنے میں کچھ دیر نہیں پھر ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آن پہنچا تو اے پیغمبر ہم نے اس بستی کی تمام بلندیاں پستیوں میں بدل دیں یعنی بستی کو الٹ دیا اور زمین کے برابر کر دیا اور اس پر آگ میں پکے ہوئے پتھر لگاتار برسائے تاکہ تیرے پروردگار کے حضور اس غرض سے نشانی کئے ہوئے تھے یہ بستی ان

ظالموں سے یعنی اشراف مکہ سے کچھ دور نہیں ہے یہ اپنی سیر و سیاحت میں وہاں سے گزرتے ہیں اور اگر چاہیں تو اس سے عبرت پکڑ سکتے ہیں۔

ایک اور جگہ سورہ تحریم میں فرمایا۔

پھر بچالیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سب کو مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں پھر اٹھا مارا ہم نے ان دوسروں کو اور برسایا ان پر ایک برساؤ کیا برابران ڈرائے ہوؤں کا البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔

مزید فرمایا اللہ نے بتائی ایک مثال منکروں کے واسطے عورت نوح کی اور عورت لوط کی گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے ہمارے نیک بندوں میں سے پھر انہوں نے ان سے خیانت کی، پھر وہ کام نہ آئے ان کے اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت لوط کے ان واقعات اور ان کی قوم پر عذاب ہونے کے حادثات کے محققین کچھ مسائل اور بصائر وغیرہ نکالتے ہیں۔

محققین کہتے ہیں کہ حضرت لوط کی قوم نے مزاحمت اور مہمانوں سے متعلق مطالبہ سے تنگ آ کر یہ فرمایا کہ تم ان مہمانوں سے تعرض نہ کرو اگر نفس کی فطری خواہش پورا کرنا چاہتے ہو تو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لئے پاک ہیں۔ چنانچہ محققین یہ مسئلہ کھڑا کرتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے ایک باعصمت اور باعزت انسان اور پھر وہ بھی نبی کس طرح یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی باعصمت لڑکیوں کو ایسے بے حیا اور خبیث انسانوں کے سامنے پیش کرے اس سوال کے حل میں علماء محققین نے مختلف جواب دیے ہیں۔

اوّل حضرت لوط نبی ہیں اور ہر ایک نبی اپنی قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے قوم مسلمان ہو کر اس کی اطاعت گزار ثابت ہو یا انکار کر کے متمرد اور منحرف ہو، دونوں صورتوں میں وہ اس کی امت میں داخل ہے۔ اگرچہ پہلی امت امت اجابت ہے اور دوسری امت دعوت اور اس لئے تمام

امت اس کی اولاد ہوتی ہے نبی اور رسول اس کا روحانی باپ ہوتا ہے۔

لہٰذا حضرت لوط کا مطلب یہ تھا کہ بدبختو! تمہارے گھروں میں یہ سب میری بیٹیاں تمہاری رفیقہ حیات ہیں اور تمہارے لئے حلال اور پھر تم ان کو چھوڑ کر اس ملعون اور خبیث کام پر اصرار کرتے ہو ایسا نہ کرو والعیاذ باللہ یہ مقصد نہ تھا کہ وہ اپنی صلبی لڑکیاں ان کو پیش فرما رہے تھے۔

دوئم توریت اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرشتے جو حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق کی بشارت دے کر قوم لوط کو ہلاک کرنے آئے تھے تین تھے اس لئے یہ ناممکن تھا کہ تین افراد کے لئے پوری بستی خواہش مند ہو جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ اس قوم میں دو سردار تھے اور انہوں نے ہی حضرت لوط کے مہمانوں کا مطالبہ کیا تھا باقی قوم اپنی اس عام بدکاری کی وجہ سے ان کی حمایت میں جمع ہو گئی تھی اور کیونکہ حضرت لوط کی دو بیٹیاں کنواری موجود تھیں اس لئے انہوں نے ان دونوں سرداروں کو سمجھایا کہ تم اپنے اس خبیث مطالبہ سے باز آؤ اور میں اس کے لئے تیار ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں کو تمہارے نکاح میں کر دوں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگے۔

لوط تجھے معلوم ہے کہ ہم عورتوں کی جانب رغبت نہیں رکھتے۔

سوئم حضرت لوط نے بے شک اپنی بیٹیوں ہی کے متعلق یہ جملہ فرمایا تھا مگر اس کی حیثیت اس بزرگ کے مقولہ کی طرح ہے جو کسی کو ناحق پیٹتا ہوا دیکھ کر ظالم مارنے والے سے یہ کہے کہ اس کو نہ مار اس کے عوض مجھ کو

مارلو حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرے گا کیونکہ وہ اس کا چھوٹا یا ماتحت ہے۔

پس جس طرح اس شخص کا مقصد مارنے کو عار اور شرم دلاتا ہے اسی طرح حضرت لوط نے ان کو شرم اور عار دلانے اور اس قبیح فعل پر ذلیل اور نادم کرنے کے لئے جملہ فرمایا اور ان کو یقین تھا کہ یہ بدبخت اس طرف راغب نہ ہونگے اور نہ وہ عملاً ایسا کریں گے۔

امام راغب اصفہانی اور ابو مسعود اس توجیح کو پسند کرتے ہیں اور عبدالوہاب نجار مصری کی بھی یہی رائے ہے مگر کچھ محققین کا کہنا ہے کہ یہ قول اس لئے کمزور ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت لوط ان کافر عورتوں کے باپ تسلیم کئے جائیں اس لئے کہ نبی اپنی تمام امت کا روحانی باپ ہوتا ہے جس کی جانب اسے مبعوث کیا گیا ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ امت اجابت اس کی عطا کردہ سعادت اور فلاح سے مستفید ہوتی ہے اور امت دعوت اس سے محروم رہتی ہے نیز آج بھی یہ دستور ہے کہ کافر اور مسلم کے امتیاز کے بغیر بڑے بوڑھے بستی کی لڑکیوں کو اپنی بیٹیاں کہا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت لوط نے جب دیکھا کہ قوم ان کے مہمانوں کے ساتھ بداخلاقی پر تلی ہے کسی طرح ان پر عار دلانے کا اثر ہوتا ہے نہ حیا مروت اور اخلاق و انسانیت کے نام پر اپیل کا۔ تب انہوں نے بڑی عاجزی میں یہ کہا کہ میرے لئے تم سے مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی

زبردست قوت پناہ میرے ساتھ ہوتی۔

محققین یہاں یہ نقطہ نکالتے ہیں کہ یہ جو لفظ رکن شدید استعمال کیا گیا ہے کہ حضرت لوط العیاذ باللہ خدا کی قدرت پر بھروسہ نہیں رکھتے تھے جو کسی رکن شدید کی پناہ کے طالب تھے۔

اس مشکل کا حل بخاری کی روایت نے بخوب دیا ہے اس روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ لوط کی بخشش کرے وہ اس درجہ پریشان کیے گئے کہ رکن شدید کی پناہ کے طالب ہوئے اور ان کے لئے رکن شدید ان کا پروردگار ان کا خالق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت لوط بھول کر بھی کسی اور قوت کی پناہ کے طالب نہ تھے وہ اس درجہ قابل رحم حالت میں تھے کہ اس وقت ان کی تمنا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کرتا کہ میں اس وقت ان بدبختوں کو ان کی ضیافت کا مزہ چکھا سکتا اور رکن شدید یعنی ان کے پروردگار نے آخر ان کی مدد کی اور ان پر فرشتوں نے اپنا راز ظاہر کیا اور ان کو تسلی اور اطمینان دلایا کہ آپ پریشان نہ ہوں تھوڑا ہی وقت گزر رہا ہے کہ یہ اپنی بدکرداری کے عبرتناک انجام کو پہنچ جائیں گے۔

بعض مفسرین نے حضرت لوط کے ادا کردہ الفاظ کاش میرے پاس تمہارے خلاف کوئی طاقت ہوتی کا مخاطب فرشتوں کو سمجھا ہے مراد یہ لیتے ہیں کہ حضرت لوط نے فرمایا کہ کاش تم اس کثرت سے ہوتے کہ ان

کے مقابلے میں مجھ کو تم سے قوت پہنچتی یا خدا کوئی ایسی صورت پیدا کر دیتا کہ میں ان کو سزا دے سکتا اس لئے حضرت لوط کے اس قول کو سن کر فرشتوں نے کہا۔

اے لوط ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں مجبور انسان نہیں ہیں یہ تجھ کو ہرگز گزند نہیں پہنچا سکتے۔

بہرحال توریت میں ہے کہ حضرت لوط مع اپنے خاندان کے ہجرت کر کے ضعر یا ضغر کی بستی میں چلے گئے جو سدوم سے قریب ہی آباد تھی۔ آفتاب نکلنے کے بعد انہوں نے سدوم کی جانب دیکھا تو وہاں ہلاکت اور بربادی کے نشانات کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ حضرت لوط ضغر کو بھی چھوڑ دیا اس کے قریب ایک پہاڑی پر جا کر آباد ہوئے اور امن و امان سے رہنے لگے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

عذاب کے ذریعے ہلاک کئے جانے والوں میں حضرت لوط کی بیوی بھی شامل تھی اس لئے کہ اس نے اپنے شوہر یعنی حضرت لوط سے خیانت کی تھی یہ خیانت اس معنی میں نہیں ہے کہ وہ بدکاری کی مرتکب ہوئی تھی بلکہ اس معنی میں ہے کہ اس نے ایمان کی راہ میں حضرت لوط کا ساتھ نہ دیا تھا اس سلسلے میں دو پیغمبروں کی بیویاں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ایک حضرت نوح اور دوسرے حضرت لوط جن کی بیویوں نے حضرت نوح اور حضرت لوط کا ساتھ نہ دیا بلکہ ان کے مقابلے میں دشمنان دین کا ساتھ دیتی رہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں رہی ہے ان دونوں عورتوں کی خیانت دراصل دین کے معاملے میں تھی۔ انہوں نے حضرت نوح اور حضرت لوط کا دین قبول نہیں کیا۔ حضرت نوح کی بیوی اپنی قوم کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہنچایا کرتی تھی اور حضرت لوط کی بیوی اپنے شوہر کے ہاں آنے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بداعمال لوگوں کو دے دیا کرتی تھی اور پھر خداوند قدوس کا دین بالکل بے لاگ ہے اس میں ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کا وہ اپنے ایمان اور اعمال کے لحاظ سے مستحق ہو کسی بڑی سے بڑی ہستی کے ساتھ نسبت بھی اس کے لئے قطعاً نافع نہیں ہے اور کسی بری سے بری ہستی کے ساتھ نسبت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی لہٰذا حضرت لوط اور حضرت نوح کی بیویوں کو بھی دونوں حضرات کے پیغمبر ہونے اور اللہ کے برگزیدہ ہونے کے باوجود بچایا نہ جا سکا۔

اس معاملے میں خاص طور پر قرآن مقدس نے حضور کی ازواج مطہرات کے سامنے بھی تین قسم کی عورتوں کو بطور مثال پیش کیا ہے ایک مثال حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کی ہے جو اگر ایمان لاتیں اور اپنے جلیل القدر شوہروں کا ساتھ دیتیں تو ان کا مقام امت مسلمہ میں وہی ہوتا جو حضور کی ازواج مطہرات کا ہے۔

لیکن کیونکہ انہوں نے اس کے برعکس رویہ اختیار کیا اس لئے انبیاء کی بیویاں ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا اور وہ جہنم کی مستحق ہوئیں۔ دوسری

مثال فرعون کی بیوی کی ہے جو اگرچہ ایک بدترین دشمن خدا کی بیوی تھیں لیکن وہ کیونکہ ایمان لائیں اور انہوں نے قوم فرعون کے محل سے اپنے عمل کا راستہ الگ کر لیا۔ اس لئے فرعون جیسے کافر کی بیوی ہونا بھی ان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کا مستحق بنا دیا۔

تیسری مثال قرآن مقدس میں حضرت مریم کی پیش کی جاتی ہے۔ جنہیں یہ مرتبہ عظیم حاصل ہے اس لئے کہ ملائکہ اللہ نے جس شدید آزمائش میں انہیں ڈالنے کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے لئے انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت مریم کے بعد دنیا میں کسی شریف اور نیک لڑکی کو کبھی ایسی سخت آزمائش میں نہیں ڈالا گیا کہ کنوارپنے کی حالت میں اللہ کے حکم سے اس کو معجزے کے طور پر حاملہ کر دیا گیا ہو اور اسے بتا دیا گیا ہو کہ اس کا رب اس سے کیا خدمت لینا چاہتا ہے۔ بہر حال حضرت لوط کی بیوی کو حضرت لوط کے پیغمبر ہونے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا چونکہ وہ حضرت لوط کے خلاف کام کرتی رہی تھی لہٰذا عذاب سے دوچار ہوئی۔ محققین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں خواتین دو صالح بندوں کے گھر میں تھیں۔ مگر انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی یعنی دونوں ایمان سے خالی تھیں اپنے نیک شوہروں کا ساتھ دینے کے بجائے دونوں نے اپنی کافر قوم کا ساتھ دیا اسی بناء پر جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت لوط کو حکم دیا کہ اپنے اہل وعیال کو لے کر اس علاقے سے نکل

جائیں تو ساتھ یہ بھی ہدایت فرما دی کہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جاؤ۔

پس کچھ رات رہے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر وہ نکل گئے اور یہ بھی حکم ہوا کہ تم میں سے کوئی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جا اس پر وہی گزرنی ہے جو ان لوگوں پر گزرنی ہے۔

چنانچہ قرآن مقدس میں قوم لوط سے متعلق مزید فرمایا کہ ہم نے قوم لوط پر بارش کی، اس بارش سے مراد پانی کی بارش نہیں بلکہ پتھروں کی بارش ہے، قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر اس عذاب کی تفصیل بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت لوط جب رات کے پچھلے پہر اپنے بال بچوں کو لے کر نکل گئے تو صبح پو پھٹتے ہی یکا یک ایک زوردار دھماکہ ہوا، ایک ہولناک زلزلے نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ایک زبردست آتش فشانی انفجار سے ان پر مٹی کے پتھر برسائے گئے ایک طوفانی ہوا سے بھی ان پر پتھراؤ کیا گیا۔

چنانچہ بائبل کے بیانات قدیم یونانی اور لاطینی تحریروں اور جدید زمانے کی طبقات ارضی اور آثار قدیمہ کے مشاہدات سے اس عذاب کی تفصیلات پر جو روشنی پڑتی ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

بحر مردار جسے تاریخ کے اوراق میں ڈیڈ سی بھی کہتے ہیں اس کے جنوب اور مشرق میں جو علاقہ انتہائی ویران اور سنسان حالت میں پڑا ہوا ہے اس میں بکثرت پرانی بستیوں کے کھنڈروں کی موجودگی پتہ دیتی ہے کہ یہ کسی زمانے میں نہایت آباد رہا تھا آج وہاں سینکڑوں برباد شدہ

بستیوں کے آثار ملتے ہیں حالانکہ اب یہ علاقہ اتنا شاداب نہیں ہے کہ اتنی آبادی کا بوجھ سہار سکے۔

آثار قدیمہ کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس علاقے کی آبادی کی خوشحالی کا دور 2300 قبل مسیح سے 1900 قبل مسیح تک رہا ہے حضرت ابراہیم کے متعلق مورخین کا اندازہ یہ ہے کہ وہ 2000 برس قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں گزرے ہیں اس لحاظ سے آثار کی شہادت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ یہ علاقہ حضرت ابراہیم اور ان کے بھتیجے حضرت لوط کے عہد ہی میں برباد ہوا تھا۔

اس علاقے کا سب سے زیادہ آباد و سرسبز شہر شاداب حصہ وہ تھا جسے بائبل میں سدیم کی وادی کہا گیا ہے جس کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ وہ اس سے پیشتر خداوند نے سدوم اور امورہ کو تباہ کیا خداوند کا باغ یعنی عدن اور مصر کی مانند خوب سیراب تھا۔

موجودہ زمانے کے محققین کی عام رائے یہ ہے کہ وہ وادی اب بحر مردار کے اندر غرق ہے اور یہ رائے مختلف آثار کی شہادتوں سے قائم کی گئی ہے۔

قدیم زمانے میں بحرہ مردار جنوب کی طرف اتنا وسیع نہ تھا جتنا اب ہے مشرقی اردن کے موجودہ شہر کرک کے سامنے مغرب کی جانب اس بحر میں جو ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے جس کا نام السان ہے قدیم زمانے میں بحر مردار کا پانی بس یہیں تک تھا اور یہی اس کی آخری حد تھی اس کے نیچے کا

حصہ جہاں اب پانی پھیل گیا ہے۔ جس سے ملحقہ علاقے میں دور دور تک آج کل پھیلا دیکھا جا سکتا ہے پہلے ایک سرسبز وادی کی شکل میں آباد تھا اور یہی وہ وادی سدیم تھی جس میں قوم لوط کے بڑے بڑے شہر سدوم، امورہ، عدما، زبوئیم اور صغر وغیرہ تھے۔

2000 برس قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں ایک زبردست زلزلے کی وجہ سے یہ وادی پھٹ کر دب گئی اور بحر مردار کا پانی اس کے اوپر چھا گیا آج بھی یہ بحر کا سب سے زیادہ حصہ ہے مگر عہد میں یہ اتنا اتھلا تھا کہ لوگ جزیرہ اللسان سے مغربی ساحل تک چل کر پانی میں سے گزر جاتے تھے اس وقت تک جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پانی میں ڈوبے ہوئے جنگلات صاف نظر آتے تھے بلکہ یہ شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ پانی میں کچھ عمارات بھی ڈوبی ہوئی ہیں۔

بائبل اور قدیم یونانی اور لاطینی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے میں جگہ جگہ اسفالٹ کے گڑھے تھے اور بعض بعض جگہ زمین سے آتش گیر گیس بھی نکلتی تھی اب بھی وہاں زیر زمین گیسوں کا پتا چلتا ہے طبقات ارضی مشاہدات سے اندازہ کیا گیا ہے کہ زلزلے کے شدید جھٹکوں کے ساتھ گیس اور اسفالٹ زمین سے نکل کر بھڑک اٹھے اور سارا علاقہ بھک سے اڑ گیا بائبل کا بیان ہے کہ اس تباہی کی اطلاع پا کر حضرت ابراہیم جب فلسطین کے شہر حبرون سے اس وادی کا حال دیکھنے آئے تو زمین سے دھواں اس طرح اٹھ رہا تھا جیسے بھٹی کا دھواں اٹھتا ہے۔

کچھ محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پکی ہوئی مٹی کے پتھر یا شہاب ثاقب کی ان پر بارش ہوئی ہو یہ بھی ممکن ہے کہ آتش فشانی کی بدولت زمین سے پتھر نکل کر اڑے ہوئے ہوں اور پھر ان پر بارش کی طرح برس گئے ہوں یہ ممکن ہے کہ ایک سخت آندھی نے پتھراؤ کیا ہو۔

آج حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے یہ تباہ شدہ علاقہ راستے میں پڑتا ہے اور عموماً قافلوں کے لوگ تباہی کے ان آثار کو دیکھتے ہیں جو اس پورے علاقے میں آج تک نمایاں ہے یہ علاقہ بحر لوط یعنی بحر مردار کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے جنوبی حصے کے متعلق جغرافیہ دانوں کا بیان ہے کہ یہاں اس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے جس کی نظیر روئے زمین میں کہیں اور نہیں دیکھی گئی۔

توریت حضرت لوط کے حالات کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہے۔

اور ابراہیم مصر سے اپنی بیوی اور سب مال اور لوط کو لے کر کنعان کے جنوب کی طرف چلا اور ابراہیم کے پاس چوپائے اور سونا چاندی باکثرت تھا اور وہ کنعان کے جنوب سے سفر کرتا ہوا بیت ایل میں اس جگہ پہنچا جہاں اس نے شروع میں قربان گاہ بنائی تھی اور وہاں ابراہیم نے خداوند سے دعا کی اور لوط کے پاس بھی جو ابراہیم کا ہمسفر تھا۔ بھیڑ بکریاں، گائے، بیل تھے۔

اور اس ملک میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ وہ اکٹھے رہیں کیونکہ ان کے پاس اتنا مال تھا کہ وہ اکٹھے نہیں رہ سکتے تھے اور ابراہیم کے چرواہوں اور لوط کے چرواہوں میں جھگڑا ہوا تب ابراہیم نے لوط سے کہا۔

میرے اور تیرے درمیان اور میرے چرواہوں اور تیرے چرواہوں کے درمیان جھگڑا نہ ہوا کرے کیونکہ ہم بھائی ہیں کیا یہ سارا ملک تیرے سامنے نہیں سو تو مجھ سے الگ ہو جا اگر تو بائیں جانب جائے تو میں دائیں جاؤں گا اور اگر تو دائیں جائے تو میں بائیں جاؤں گا۔

تب لوط نے آنکھ اٹھا کر صغر کی طرف نظر دوڑائی کیونکہ وہ اس سے پیشتر کہ خداوند نے سدوم اور عمورہ کو تباہ کیا خداوند کے باغ اور مصر کے ملک کی مانند خوب سیراب تھا سو لوط نے اس سارے علاقےکو اپنے لئے چن لیا اور وہ مشرق کی طرف چلا اور وہ اسی طرح ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

ابراہیم ملک کنعان میں رہا اور لوط نے ترائی کے شہروں میں سکونت اختیار کی اور سدوم کی طرف اپنا ڈیرہ لگایا سدوم کے لوگ خداوند کی نظر میں نہایت بدکار اور گناہ گار تھے اور لوط کے جدا ہونے کے بعد خداوند نے ابراہیم سے کہا اپنی آنکھ اٹھا جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دوں گا۔

اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی اٹھ اور اس ملک کے طول و عرض میں سیر کر کیونکہ میں اسے تجھے دوں گا اور ابراہیم نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو حبرون میں جا کر رہنے لگا اور وہاں خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی۔

چنانچہ بابل کے بادشاہ امرافل اور العسر کے بادشاہ اریوک اور عیلام کے بادشاہ کدرلاعمر اور جوئیم کے بادشاہ تدعال کے ایام میں یوں ہوا کہ انہوں نے سدوم کے بادشاہ برع اور عمورہ کے بادشاہ برشع اور ادمہ

کے بادشاہ شنیاب اور ضبوئیم کے بادشاہ شمیبر اور بالع یعنی صغر کے بادشاہ سے جنگ کی یہ سب سدیم یعنی دریائے شور کی وادی میں تھے۔

بارہ برس تک وہ کدرلاعمر کے مطیع رہے۔ پھر تیرہویں برس انہوں نے سرکشی کی، چودھویں برس کو کدرلاعمر اور اس کے ساتھ کے بادشاہ ہوئے اور رفائیم کو عستارات میں اور زوزیوں کو ہام میں اور ایمیم کو کریتائیم میں اور حوریوں کو ان کے کوہ شعیر میں مارتے مارتے ایل فاران تک جو بیابان سے لگا ہوا ہے آئے۔

پھر وہ لوٹ کر عین مسفات یعنی قادس پہنچے اور عمالیقوں کے تمام ملک اور اموریوں کو جو حصصون تمر میں رہتے تھے مارا تب سدوم کا بادشاہ اور عمورہ کا بادشاہ اور ادمہ کا بادشاہ اور ضبوئیم کا بادشاہ اور بالع یعنی صغر کا بادشاہ نکلے انہوں نے سدیم کی وادی میں معرکہ آرائی کی تاکہ عیلام کے بادشاہ کدرلاعمر اور جوئیم کے بادشاہ تدعال اور بابل کے بادشاہ امرافل اور العسر کے بادشاہ اریوک سے جنگ کریں۔

یہ چار بادشاہ ان پانچ کے مقابلے میں تھے اور سدیم کی وادی میں جا بجا نفت کے گڑھے تھے اور سدوم اور عمورہ کے بادشاہ بھاگتے بھاگتے وہاں گرے اور جو بچے وہ پہاڑ پر بھاگ گئے تب وہ سدوم اور عمورہ کا سب مال اور وہاں کا سب اناج لے کر چلے گئے۔

اور ابراہیم کے بھتیجے لوط کو اور اس کے مال کو بھی لے گئے کیونکہ وہ سدوم میں رہتا تھا تب ایک نے جو بچ گیا تھا جا کر ابراہیم کو خبر دی جو

اسکال اور عافیر کے بھائی حمرے کے بلوطوں میں رہتا تھا اور یہ ابراہیم کے ہم عہد تھے۔

جب ابراہیم نے سنا کہ لوط گرفتار ہوا تو اس نے اپنے 318 مشاق مسلح جوانوں کو لے کر دان تک حملہ آور بادشاہوں کا تعقب کیا اور رات کو اس نے ان کو مارا اور خوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ میں ہے ان کا پیچھا کیا اور وہ سارے مال کو اور لوط کو اور اس کے مال اور عورتوں کو بھی اور لوگوں کو بھی واپس پھیر لایا اور جب کدر لاعمر اور اس کے بادشاہ کو مار کر پھرا تو سدوم کا بادشاہ اس کے استقبال کو سوی کی وادی تک آیا اور کھانا لایا اور اس نے کہا کہ خداوند کی طرف سے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے ابراہیم مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ جس نے تیرے دشمنوں کو تیرے ہاتھ زیر کر دیا۔

تب ابراہیم نے مال کا دسواں حصہ اس کو دیا اور سدوم کے بادشاہ نے ابراہیم سے کہا کہ آدمیوں کو مجھے دے دے اور مال اپنے لئے رکھ لے پر ابراہیم نے سدوم کے بادشاہ سے کہا کہ میں نے خدا تعالیٰ جو آسمان اور زمین کا مالک ہے قسم کھائی ہے کہ میں نہ کوئی دھاگہ نہ جوتی کا تسمہ اور نہ تیری کوئی اور چیز لوں تاکہ تو یہ نہ کہہ سکے کہ میں نے ابراہیم کو دولت مند بنا دیا۔

دراصل بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم سے جدا ہو کر حضرت لوط نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد یردن کی وادیوں میں پہنچے اور وہاں باحکم خداوندی تبلیغ کا کام شروع کا اس وقت وادی یردن کے پانچ شہروں کے پانچ ہی بادشاہ تھے اور یہ پانچوں ان دنوں قوم عیلام کے بادشاہ کے مطیع فرمانبردار اور ایک طرح کے خراج گزار تھے بہرحال حضرت لوط نے ان کے اندر اپنی تبلیغ کا کام شروع کیا انہوں نے وادی یردن کے ان پانچ بادشاہوں کا کوئی خیال نہ رکھا بس اپنی تبلیغ کی طرف دھیان دیا اور وادی یردن کے یہ پانچوں بادشاہ لگ بھگ تیرہ سال تک قوم عیلام کے بادشاہ کے باج گزار اور خراج گزار رہے آخر تنگ آ کر انہوں نے قوم عیلام کے بادشاہ کو خراج دینا بند کر دیا جس کی بناء پر عیلام کے بادشاہ نے اپنے ہمسایوں کو ساتھ ملا کر وادی یردن کے ان پانچ شہروں پر حملہ بول دیا جن بادشاہوں نے وادی یردن کے بادشاہوں پر حملہ کیا وہ طاقت اور قوت میں زیادہ تھے۔ دوسری طرف حضرت ابراہیم، حضرت لوط کی اکثر و بیشتر احوال پرسی کرتے رہتے تھے اپنے آدمی ان کی طرف بھیجتے رہتے تھے اور ان کی خیریت اور عافیت دریافت کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب چار زبردست بادشاہوں نے وادی یردن کے پانچ

بادشاہوں پر حملہ کیا تو حضرت ابراہیم کو بھی خبر ہوگئی چنانچہ وہ ان بادشاہوں کے خلاف حرکت میں آئے اور جو مال انہوں نے حضرت لوط اوران کی سرزمینوں کے بادشاہوں سے لوٹ کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف لے جانا چاہا وہ حضرت ابراہیم نے ان سے چھین کر واپس وادی یرون کے بادشاہوں کو دے دیا جہاں حضرت لوط کا قیام تھا جو بادشاہ حضرت لوط کی قوم اوران کے بادشاہوں پر حملہ آور ہوئے ان میں سے دو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا قوم عیلام کا بادشاہ کدرلاعمر یہ اس لئے اہم ہے کہ اس نے حضرت لوط کی قوم کو لگ بھگ تیرہ سال تک اپنا مطیع اور فرمابردار بنا کر رکھا جہاں تک کدرلاعمر کی قوم کا تعلق ہے تو اسے قوم عیلام کہتے ہیں ان کا مرکزی شہر شوش تھا اوران کی سلطنت کے دوسرے بڑے شہر خوزستان، لرستان اور کوہستان بختیاری تھے ان کی سلطنت مغرب کی طرف دریائے دجلہ تک مشرق کی طرف فارس کے تھوڑے حصے تک شمال کی سمت اس راستے تک جو بابل سے ہمدان کو جاتا ہے اور جنوب کی سمت جو خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی یہ لوگ عرب تھے اور کدرلاعمر۔

یہی عرب تھا اس قوم کی حکمرانی کا پہلا عہد 2225 قبل مسیح تک شمار کیا جاتا ہے دوسرا عہد جو اس کے بعد شروع ہوا اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ یہ عہد تاریخ بابل کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔عیلامیوں کا عہد حکومت 2215 سے 725 ق م تک رہا اس عہد کا مشہور بادشاہ تاش

قال تھا اس نے متعدد کتبے عیلامی زبان میں کندہ کرائے جواب کھدائی میں دستیاب ہوئے ہیں، اس نے اپنی ملکہ ناپیراسو کا دھات کا مجسمہ بنوایا جواب بھی پیرس کے عجائب خانے میں محفوظ ہے جو دھات کی عمدہ صنعت کا نمونہ ہے اس بادشاہ نے بابل پر حملہ کر کے کاسیوں کی حکومت کا خاتمہ کیا یہاں سے اسے کثیر مقدار میں مال غنیمت ملا، اس کے علاوہ وہ بابلیوں کے خدائے بزرگ مردوک کا مجسمہ اور حمورابی کا کتبہ بھی اٹھالایا جس میں قوانین سلطنت اور رسوم مذہبی کا ذکر تھا۔

عیلامیوں کی حکومت کا تیسرا دور مورخین 745 سے 645 قبل مسیح تک شمار کرتے ہیں اس سو سال کے عرصے میں آشوری عربوں نے اس علاقے میں زور پکڑ لیا اور وہ لگاتار عیلامیوں پر حملہ آور ہونے لگے 742 اور 705 قبل مسیح کے مابین دوری لو کے مقام پر عیلامیوں اور آشوری عربوں کے درمیان نہایت خون ریز جنگ ہوئی جس میں آشوریوں کو حملہ کرنے کی عیلامیوں کے ہاتھوں عبرتناک سزا ملی اس وقت آشوریوں کا بادشاہ سارگن تھا۔

سارگن کے بعد سناخریب آشوریوں کا حکمران بنا، حیرت کی بات یہ ہے کہ آشوری اور عیلامی دونوں عرب تھے اور دونوں قومیں آپس میں ٹکرائی تھیں۔

چنانچہ سناخریب جب حکمران بنا تو اس نے آشوریوں کی شکست کا پورا انتقام لیا اس نے عیلامیوں کے مرکزی شہر شوش میں گھس کر قلعوں اور

شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، کچھ عرصہ بعد عیلامی پھر سنبھلے تو آشور بنی پال نے پھر چھ سو انہتر قبل مسیح میں علامیوں پر چڑھائی کی عیلام کے بادشاہ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن لڑتا ہوا مارا گیا، اس کے بعد عیلام کے آخری بادشاہ اخون کالتاش نے حکومت سنبھالی تو 645 قبل مسیح میں آشور بنی پال نے حملہ کر کے قوم عیلام کو اس طرح تباہ و برباد کیا کہ عیلام کی حکومت ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اس عیلامی قوم کے معبد آشوادیوں نے گرا کر ڈھیر کر دیئے اہل عیلام کا قتل عام ہوا وہاں کے خزانے جو عیلامیوں کی گزشتہ فتوحات کے مال غنیمت سے بھرپور تھے آشور بنی پال کے ہاتھ لگے ان کے دیوتاؤں کے مجسمے اور نادر چیزیں عیلامیوں کے مرکزی شہر شوش سے آشوریوں نے اپنے مرکزی شہر نینوا میں منتقل کر لیں۔ مورخین نے اس واقعہ کو بڑے دردناک انداز میں پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ آشور بنی پال نے عیلام کے بادشاہ اور ایک دوسرے معزول شدہ بادشاہ کو اپنی گاڑی میں جوتا اور اسے حکم دیا کہ اسے کھینچ کر آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا لے جائیں۔ اس وحشت ناک فتح کی یاد میں آشور بنی پال نے ایک کتبہ کندہ کرایا جس کا مضمون یہ تھا۔

ایک ماہ اور ایک دن کی قلیل مدت میں میں نے عیلامیوں کی سلطنت کا صفایا کر دیا میں نے اس عظیم سلطنت کو جاہ حشمت اور نغمات اور موسیقی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا اور درندوں سانپوں کو اس پر مسلط کر دیا اس تباہی کے بعد عیلامیوں کا کہیں تاریخ میں ذکر نہیں آیا البتہ

کھدائی میں جو ان کے قدیم آثار دستیاب ہوئے ہیں ان سے عربوں کے اس عیلامی قوم کی تاریخ پر روشنی ضرور پڑتی ہے۔

دوسرا بادشاہ جو قوم لوط پر حملہ آور ہونے کے سلسلے میں اہمیت رکھتا ہے وہ بابل کا بادشاہ امرافل ہے اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ بعد کے دور میں یہی امرافل حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پیغام پر ایمان بھی لے آیا تھا وہ بھی بنیادی طور پر عرب ہی تھا اس امرافل کو جو حضرت لوط کی قوم پر حملہ آور ہوا تاریخ کے اوراق میں حمورابی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے کچھ عرصہ پہلے تاریخ اس حمورابی سے متعلق بہت کم جانتی تھی لیکن سن 1897ء میں فرانس کی وزارت تعلیم اور فنون لطیفہ نے فیصلہ کیا کہ ایران کے شہر شوش میں ایک علمی مہم بھیجی جائے جو وہاں جا کر آثار قدیمہ کی کھدائی کا کام کرے شوش شہر کا دوسرا نام پرسی پولس بھی ہے یہی مقام عیلام کا مرکزی شہر ہوتا تھا اور یہ ایران کا ایک قدیم شہر ہے بنی اسرائیل کے نبی دانیال کی کتاب میں بھی اس کا نام شوش لیا گیا ہے یہ شہر کسی زمانے میں تہذیب اور تمدن کا مرکز رہا اور یہ عیلامی قوم کی سرگرمیوں کی جولان گاہ رہا تھا۔

اس لئے فرانسیسی وزارت تعلیم کو توقع تھی کہ یہاں کے کھنڈرات سے تاریخ کے اس تاریک دور کے لئے روشنی کا سامان مہیا ہونا چاہئے جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔

اس مہم کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی چار برس بعد وہ علمی اور فنی

خزانوں سے مالا مال ہو کر وطن واپس آئی لیکن یہ خدا کی دین ہے کہ وہاں انہیں ایک ایسی چیز ملی جس کی تلاش میں وہ نہیں آئے تھے۔ وہ آئے تو تھے کہ ایران کے آثار قدیمہ کی جستجو کریں گے اور یہاں انہیں ایک ایسا علمی دفینہ دستیاب ہوا جس کا سرزمین ایران سے یا ایرانیوں اور عیلامی سے بھی دور کا تعلق نہیں تھا۔

دسمبر 1901ء کے ایام تھے جاڑے کا موسم اپنے شباب پر تھا۔ سردی سے ٹھٹھرے ہوئے مزدور بے دلی سے اپنا کام کر رہے تھے کہ اچانک ایک مزدور کا پھاوڑا ایک سخت چیز سے ٹکرایا جب احتیاط سے مٹی ہٹائی گئی تو اندر سے ایک کالے پتھر کا بڑا ٹکڑا برآمد ہوا۔ تھوڑے دن بعد یعنی 1902ء میں اس جگہ سے ہٹ کر تھوڑی دور فاصلے پر کھدائی کرتے ہوئے اسی پتھر کے دو اور ٹکڑے ملے جب تینوں کو جوڑا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی کھمبے کے حصے ہیں اس کی شکل مخروطی تھی سات فٹ چار انچ لمبائی میں اور کم بیش دو فٹ گھیر میں اس کے سامنے اور پشت کے رخ پر بابل کے قدیم میخی رسم الخط میں کچھ تحریریں رقم تھیں۔

اس مہم کے قائد موسیو مورگان تھے اور ان کے ساتھ کتبہ خوانی کے فرائض دینے کے لئے اس زمانے کے مشہور ماہر آشوریات موسیو شیل تھے انہوں نے ایک ہی نظر میں اس کتبے کی اہمیت بھانپ لی اور فوراً کام پر لگ گئے۔ انہوں نے پہلے اس طویل کتبے کو پڑھا جو بجائے خود ایک عظیم الشان اور قابل تعریف کارنامہ تھا جس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا حکومت

فرانس نے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی سال سن 1910ء میں اصل کتبے اور اس کے ترجمے کو کتابی صورت میں شائع کر دیا۔

حضرت عیسیٰ تقریباً دو ہزار سال پہلے بابل کا بادشاہ جو حمورابی تھا اسی کا نام امرافل تھا اور یہی قوم لوط پر حملہ آور ہوئی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم کا زمانہ تھا۔ عہد نامہ قدیم میں اس کا ذکر ہے اس نے ایک قانون نافذ کیا اور اسے ایک پتھر کے کھمبے پر کندہ کرا کے سبارہ شہر کے مندر کے احاطے میں کھڑا کر دیا سبارہ اس جگہ تھا جہاں آج کل بغداد کے جنوب میں تیس چالیس میل کے فاصلے پر ابجہ نام کے ٹیلے میں یہ کھمبا ایک ہزار برس کے لگ بھگ اسی مندر کی زینت رہا۔

حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ سے گیارہ سو برس قبل عیلامی بادشاہ شتروک تخت بابل پر حملہ آور ہوا۔ بابلیوں کو شکست فاش ہوئی، فاتح نے اپنی فتح اور نصرت کا ایک مادی نشان یہ پسند کیا کہ اس کھمبے کو سبارہ سے اپنے دارالخلافہ فرشوش منتقل کر دیا دونوں مقاموں کے درمیان دو سو میل کا فاصلہ ہے اور کھمبا ایسا بڑا اور بوجھل نہیں تھا ورنہ اسے منتقل کرنے میں دقت اور مشکل پیش آتی۔

بہرحال فرانسیسی ترجمہ نویس موسیو شیل کو خوش قسمتی سے یہی کھمبا شوش کے کھنڈرات میں مل گیا۔ اصلی کھمبا پیرس کے مشہور عجائب گھر کی اب بھی زینت ہے۔ اس کا ایک نہایت نفیس اور روشن چربہ برطانیہ کے لندن کے میوزیم میں موجود ہے اور دوسرا بغداد کے آثار قدیمہ میں ہے

اس کی چوٹی پر حمورابی سورج کی کھڑی تصویر ہے جس میں وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے سورج دیوتا سے قانون لے رہا ہے انسانوں اور دیوتاؤں کے دونوں کے لئے سورج سب سے بڑا اور طاقتور خیال کیا جاتا تھا تصویر کے نیچے عربی بابلی زبان میں جو ان دنوں اکدی کہلاتی تھی کتبہ ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ حمورابی کی بددعاؤں کے باوجود کسی شخص نے اس کتبے کو مٹانے کی کوشش کی تھی سامنے کے رخ پر سولہ کالم ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم پانچ اور تھے جو مٹا دیئے گئے ہیں افسوس ہے اس طرح متن کا کافی حصہ ضائع ہو گیا لیکن حسن اتفاق سے اس میں سے کچھ حصہ ماخذوں سے مل گیا ہے۔ پشت پر اٹھائیس کالم صحیح اور سالم موجود ہیں وہ ایک جگہ کو چھوڑ کر پوری تحریر آسانی سے پڑھی جا سکتی ہے اور اس کے لئے بھی پتھر کی ساخت کا قدرتی نقص ذمہ دار ہے نہ کہ کندہ کرنے والے کے قلم کا۔

اندازہ ہے کہ پورے کتبے پر انچاس کالم تھے ان میں چار ہزار سطریں تھیں اور تقریباً آٹھ ہزار جملے تاریخی اور علمی لحاظ سے اس کتبے کی قیمت اور اہمیت کا کما حقہ، کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا آج سے چار ہزار سال پہلے کی کسی تحریر کا دستیاب ہونا جس کی صحت میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو جو مصنف کے اپنے لفظوں میں ہو جس میں تحریف وحذف واضافہ کا گمان نہ ہو سکے اپنی قسم کی بے نظیر مثال ہے اس کتبے کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کر دیا گیا ہے۔

مورخین اور محققین کا خیال ہے کہ امرافل یعنی حمورابی نے پیرس کے عجائب گھر میں رکھے جانے والے اس کتبے پر جو تحریریں رقم کی ہیں وہ ایک طرح سے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی تبلیغ کا نچوڑ ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امرافل یعنی حمورابی، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط پر ایمان لے آیا تھا اسی بناء پر بابل کے اس بادشاہ کی اہمیت قوم لوط کے حورے سے بڑھ جاتی ہے اسی حمورابی کا پیش کردہ یہ قانون جو اس نے اس ستون پر کندہ کرایا تھا کم وبیش ڈیڑھ دو ہزار برس تک نہ صرف بابل ہی میں بلکہ ایشیائے کوچک اور وسط ایشیا کے بہت بڑے خطے میں بھی نافذ رہا اس لئے مورخین یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طویل زمانے میں ہر طرح کے سماجی کاروبار اور معاملات انہی اصولوں کے مطابق طے پاتے رہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے پیغام کی روشنی میں حمورابی یعنی امرافل نے مرتب کیا تھا۔

بہر حال حضرت لوط کے پیغام کو ٹھکرانے والے جس قبیح فعل اور بد اعمال تھے حضرت لوط اپنی قوم کے لوگوں کو منع کرتے تھے جب وہ ان اعمال سے باز نہ آئے تب خداوند قدوس کا قانون حرکت میں آیا تو قوم لوط پر عذاب طاری ہوا اور انہیں نیست و نابود کر دیا گیا اور آج دنیا میں ان کی یادگار صرف کھنڈرات ہی باقی ہیں۔

☆☆☆